273

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ، 4۔فروری 2009

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبولﷺ

سوالات (محکمہ خوراک)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

سرکاری کارروائی

1۔ مسودہ قانون جنرل پراویڈنٹ انویسٹمنٹ فنڈ پنجاب مصدرہ 2009
(مسودہ قانون نمبر 7 بابت 2009)

ایک وزیر مسودہ قانون جنرل پراویڈنٹ انویسٹمنٹ فنڈ پنجاب مصدرہ 2009 ایوان میں پیش کریں گے۔

2۔ مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب بنک مصدرہ 2009
(مسودہ قانون نمبر 8 بابت 2009)

ایک وزیر مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب بنک مصدرہ 2009 ایوان میں پیش کریں گے۔

3۔ مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں مصدرہ 2009
(مسودہ قانون نمبر 9 بابت 2009)

ایک وزیر مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں مصدرہ 2009 ایوان میں پیش کریں گے۔

4۔ پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ برائے سال 2007 کا ایوان میں پیش کرنا

274

ایک وزیر پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ برائے سال 2009 ایوان میں پیش کریں گے۔

5۔ سالانہ بجٹ 10-2009 کے لئے اراکین سے پیشگی بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث

ایک وزیر سالانہ بجٹ 10-2009 کے لئے اراکین سے پیشگی بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث کے لئے تحریک پیش کریں گے۔

275

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا گیارھواں اجلاس

بدھ،4-فروری 2009

(یوم الاربعاء،8-صفر المظفر 1430ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10 بج کر 32 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَoوَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِىْ هِىَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِىْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيْمٌoوَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍo

سُوْرَۃُ حٰمٓ السجدۃ آیات 33 تا 35

اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوںoاور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہو سکتی۔ تو (سخت کلامی کا) ایسے طریق سے جواب دو جو بہت اچھا ہو (ایسا کرنے سے تم دیکھو گے) کہ جس میں اور تم میں دشمنی تھی وہ تمہارا گرم جوش دوست ہےoاور یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں۔ اور ان ہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے صاحب نصیب ہیںo

وما علینا الا البلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب اختر حسین قریشی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

قطرہ مانگے جو کوئی تُو اسے دریا دے دے
مجھ کو کچھ اور نہ دے اپنی تمنا دے دے
وہ جو آسودگی چاہیں انھیں آسودہ کر
بے قراری کی لطافت مجھے تنہا دے دے
میں اس اعزاز کے لائق تو نہیں ہوں لیکن
مجھ کو ہمسائیگی گنبد خضرا دے دے

پوائنٹ آف آرڈر

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ایک انتہائی اہم issue پر بات کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں آپ کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: مجھے پہلے بسم اللہ تو پڑھنے دیں، کچھ تو خیال کریں۔

ملک محمد عباس راں: جناب والا! بسم اللہ تو تلاوت سے ہو گئی ہے۔

جناب سپیکر: اب میں بول رہا ہوں۔ اب آپ ایک منٹ کے لئے تشریف رکھیں گے؟

ملک محمد عباس راں: جناب والا! ہمیں بھی بولنے کا موقع دیں۔

جناب سپیکر: میں آپ سے صرف یہ گزارش کرنا چاہوں گا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے۔ اس کے لئے ایک گھنٹہ وقف ہے اور ایک گھنٹے کے بعد جتنے بھی یہ سوال ہیں اگر یہ نہ پیش ہو سکے تو انہوں نے پھر ختم ہو جانا ہے۔ میں تمام دوستوں سے پر زور اپیل کر رہا ہوں، صرف آپ کی بات نہیں ہے۔ یہ بات تمام دوستوں کے لئے ہے کہ وقفہ سوالات انتہائی اہم ہوتا ہے۔ معاملات تو تمام اہم ہوتے ہیں لیکن وقفہ سوالات انتہائی اہم ہوتا ہے جس پر آپ کو کوئی information ملتی ہے۔ آپ متعلقہ محکمہ جات سے اپنے سوالات کے جوابات پوچھتے ہیں۔ اس سے اس صوبے کی بہتری کے لئے اور آپ کی information کے لئے بہت سی اطلاعات آتی ہیں تو میں

آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ براہ مہربانی وقفہ سوالات کے دوران جتنا بھی کم از کم پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا جائے تو میں اس کے لئے آپ تمام کا مشکور ہوں گا۔ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میں آپ کو پوائنٹ آف آرڈر پر کیوں نہ بولنے دوں، وہ آپ کا استحقاق ہے، آپ کو بولنا چاہئے لیکن relevant ہو تو مناسب ہے، اگر irrelevant point of order اٹھائے جائیں تو پھر House کے ٹائم میں کمی آتی ہے۔ یہ مناسب نہیں لگتا اس لئے میں آپ سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ جو کام آپ کے ذمہ ہے اس کام کو بطریق احسن آپ بھی نبھائیں اور میں بھی اس کے لئے کوشش کرتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ

ایم پی ایز کو حکومت کی جانب سے دی جانے والی طبی سہولیات میں تبدیلی سے مشکلات کا سامنا

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ ہمیں اس House سے ممبران کو جو medical facilities ملتی ہیں جو کہ ہماری entitlement ہے لیکن پرسوں جب میں ڈاکٹر صاحب سے ملا تھا تو انہوں نے فرمایا ہے کہ اب ہمیں ایک لیٹر آگیا ہے کہ آپ کو medicine by name نہیں دی جائے گی بلکہ generic name پر دی جائے گی۔ مثال کے طور پر ایک دوائی meprazole ہے جو کہ ایک salt ہے اور stomach کے لئے کام آتا ہے۔ اب meprazole کی گولی 25 روپے کی بھی ہے اور 3 روپے کی بھی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو وہ salt دیں گے جو کم از کم قیمت کا ہوگا، جو lowest rate پر ہوگا اور جس کی کوالٹی بھی غیر معیاری ہوگی۔ یہ میرے اکیلے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ پورے House کا مسئلہ ہے۔ اس کا آپ نوٹس لیں کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟ شکریہ

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! بات یہ ہے کہ اگر اس پالیسی کو پورے صوبے کے اندر نافذ کیا گیا ہے، سرکاری افسران اور سیکرٹری صاحبان بھی اسی قسم کی دوائیاں لے رہے ہیں تو پھر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے کیونکہ ہماری entitlement class-I officer والی ہے---

جناب سپیکر: مجھے افسوس ہے کہ آپ نے class-I کی کیا بات کی ہے؟ آپ اس قوم کے نمائندے ہیں---

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! ہماری entitlement class-I gazetted officerوالی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں gazatted officerوالی بات نہیں ہے، آپ ایک نمائندہ ہیں اور آپ کے اپنے حقوق ہیں اور ان حقوق کو آپ کو لینا چاہئے۔ آپ کسی سے کوئی بھیک مانگنا چاہتے ہیں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! یہی تو میری بھی گزارش تھی۔ قانون یہ کہتا ہے کہ ہماری بھیclass-I کے افسران کے برابرentitlementہے۔

جناب سپیکر: وزیر موصوف صاحب اس بات کا سختی سے نوٹس لیں اور ہمیں بھی اس بات سے مکمل طور پر مطمئن کریں اور اسHouseکو بھی مطمئن کریں۔

وزیر خوراک وصحت (ملک ندیم کامران): جناب والا! ابھی پوائنٹ آف آرڈر پر یہ بات سامنے آئی ہے۔ ابھی تو اس بارے میں ہمارے پاس کوئیinformationنہیں ہے۔ جیسے ہی وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے کیونکہ آج میرے محکمہ خوراک کے سوالات بھی ہیں، اس کے بعد یہ مجھے مل لیں وہ لیٹر بھی مجھے دے دیں تاکہ پتا چل جائے کہ یہ احکامات کہاں سے جاری ہوئے ہیں، کیسے ہوئے ہیں؟ کل اس کے بارے میں آپ کو رپورٹ پیش کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: تمامHouseکی جو رائے ہے اس کو بھی آپ مقدم رکھیں اور براہ مہربانی اس کا بغور مطالعہ کر کے اور ان کے مشورے کے بغیر کوئی ایساstepنہ اٹھائیں۔

ملک محمد عباس راں: شکریہ

وزیر خوراک وصحت (ملک ندیم کامران): یہ وقفہ سوالات کے بعد میرے ساتھ بیٹھ جائیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب والا! وزیر موصوف نے بڑی معصومیت کے ساتھ یہ کہہ دیا ہے کہ میرے علم میں نہیں ہے جبکہ پوراHouseاس چیز کا گواہ ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے اس کے لئے ٹائم لیا ہے۔ آپ ان کو تھوڑا سا ٹائم دے دیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب والا! آپ دیکھیں یہ ہمارا اپنا بجٹ ہے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب والا! ڈاکٹر کے پاس تین سو دوائیوں کی ایک لسٹ موجود ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے ہی دوائیاں ملیں گی۔ میں پورے House کی طرف سے بات کر رہی ہوں کہ پورے House کی ضرورت ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، سب کا استحقاق ہے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: میں کہہ رہی تھی کہ پورے House کو دوائیاں ملنی چاہئیں میں اپنی بات نہیں کر رہی۔

جناب سپیکر: لیکن پالیسی کے بارے میں تو وزیر موصوف نے بتانا ہے کہ اگر یہ سمجھتے ہیں کہ کوئی زیادتی ہوئی ہے تو یہ اس کا نوٹس لیں گے اور ازالہ کریں گے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: نہیں، جناب! زیادتی کی بات نہیں ہے بلکہ پتا نہیں غلط بیانیوں سے یہ کہاں سے لسٹ لے آئے ہیں، پیسے وغیرہ دے کر لے آئے ہیں۔

جناب سپیکر: مجھے آپ کی بات کی سمجھ نہیں آئی ہے کہ بعد میں آپ نے کیا کہا ہے؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب والا! ڈاکٹر کے پاس جو دوائیوں کی لسٹ آئی ہے وہ سستی دوائیوں کی لسٹ ہے۔ آپ خود دیکھیں ایک بندہ دل کا مریض ہو، آپ اس کو اسپرین دے دیں گے۔ ایک ڈاکٹر نے انسولین تجویز کر دی ہے تو کیا آپ اس کو پنسلین دے دیں گے، ایسے تو نہیں ہو سکتا جو دوائیاں ڈاکٹر نے تجویز کی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ ڈاکٹر بیچارے نے تو وہی کرنا ہے جو آپ اُن کے پاس ہدایات بھیجیں گے۔

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب والا! وہ تو ہمیں مارنے کی کوشش کر رہے ہیں آپ ان کو بیچارے بنا رہے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔

جناب سپیکر: کون مارنے کی کوشش کر رہا ہے؟

محترمہ رفعت سلطانہ ڈار: جناب والا! آپ خود ہی تو کہہ رہے ہیں کہ وہ بیچارے ہیں۔

جناب سپیکر: میری بات سنیں۔ ڈاکٹر کی تو جرأت نہیں ہے کہ وہ گورنمنٹ کی پالیسی کے against چلے۔ آپ اس بات کو سوچیں جو بات انہوں نے کی ہے اس کو غور سے سنیں اور اس کے بعد

وزیر موصوف کا جواب آنے دیں۔ وہ آپ کی بات کا جواب دیں گے، انہوں نے آپ کی بات سن لی ہے۔ اس کے بعد اس پر عمل ہوگا۔

وزیر خوراک وصحت (ملک ندیم کامران): میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات تو بڑی عجیب سی بتا رہی ہیں جو مرض کی تشخیص ہوئی ہے اسی کی دوائی بھی ملنی ہے۔ یہ تو نہیں کہ تشخیص کچھ اور ہے اور دوائی کچھ اور دی جارہی ہے۔ البتہ یہ جو بڑا valid point انہوں نے اٹھایا ہے کہ وہ generic name پر دوائی دیں گے اس پر میں نے آپ سے ٹائم مانگا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ صبح اس کے اوپر آپ کو رپورٹ دے دیں گے کیونکہ یہ ایک ایسا لیٹر ہے جو ہمارے علم میں نہیں ہے۔ کس نے اس لیٹر کو جاری کیا ہے اور اس کی کیا back ground ہے؟ with facts and figures آپ کے سامنے رپورٹ پیش کر دی جائے گی۔

جناب سپیکر: مہربانی

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! پچھلے اجلاس میں ایک issue raise ہوا تھا جو ہمارے ایک معزز رکن نے House میں put کیا تھا کہ پنجاب گورنمنٹ کی پراپرٹی تقریباً ساڑھے آٹھ ہزار کنال جو ڈی ایچ اے اور محکمہ ریونیو نے مل کر۔۔۔

جناب سپیکر: میری بات سنیں۔ آپ کس طرح کی اپیل پر غور کر سکتے ہیں؟ آپ مجھے وہ بتا دیں میں اس طرح کی اپیل آپ سے کر دوں۔ اس معزز ایوان کا جو قیمتی وقت ہے وہ بچ سکے۔ ہم قواعد و ضوابط کے مطابق چل رہے ہیں جب اس محکمے کا دن آئے گا آپ کو کھلی چھٹی ہوگی کہ آپ اس پر بحث بھی کریں اور بات بھی کریں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! آپ میری گزارش سن لیں کہ 35۔ ارب روپے کا معاملہ ہے۔ اس ایوان میں یہ commit ہوا تھا کہ اگلا اجلاس جب آئے گا تو وزیر قانون اس کے متعلق پوری رپورٹ پیش کریں گے۔ دو دن پہلے بھی یہ issue اس ایوان کے اندر raise ہوا۔

جناب سپیکر: چلیں، وزیر قانون صاحب ابھی تشریف نہیں لائے جب وہ آتے ہیں تو دیکھیں گے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب والا! میں آپ کو یاد دہانی کروا رہا تھا۔

جناب سپیکر: آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کر لیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب والا! House میں بات ہو رہی تھی۔35۔ارب روپے کا گھپلا ہے جس کے اندر بورڈ آف ریونیو کے ملازمین بھی ملوث ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔اگر غلط ہوا ہے تو اس کا نوٹس لیں گے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب! میری یہ گزارش ہے کہ آج وزیر قانون سے کہیں کہ وہ اس کی رپورٹ ایوان میں پیش کریں۔

جناب سپیکر: جب وہ تشریف لاتے ہیں تو ان سے معلوم کرتے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: پھر آپ کہیں گے کہ ہمیں ٹائم نہیں ملتا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! میں نے تو کبھی یہ شکایت نہیں کی۔

جناب سپیکر: ابھی وقفہ سوالات کو تو چلنے دیں۔ابھی وقفہ سوالات کا ٹائم ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! ایک منٹ کی گزارش ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آج کا "نوائے وقت" اخبار میرے ہاتھ میں ہے اور اس کے صفحہ نمبر 3 پر ایک خبر درج ہے۔(قطع کلامیاں)

MR. SPEAKER: Order in the House.

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ خبر میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: یہ میرے متعلق ہے یا آپ کے متعلق ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! یہ سب کا مشترکہ مسئلہ ہے اور ایوان کا مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! اخبار میں خبر ہے کہ پنجاب میں N.R.O سے کون کون مستفید ہوئے۔اسمبلی سیکرٹریٹ کا میاں نصیر کو سوال کا جواب دینے سے انکار۔یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب بالکل ملنا چاہئے تھا اور میاں نصیر صاحب جو (ن) لیگ کے ہی معزز رکن ہیں۔براہ مہربانی ہمیں

یہ پوچھ کر بتا دیا جائے کہ اس میں ایسی کون سی قباحت تھی کہ اس کی تفصیل فراہم کرنے سے یا اس کا جواب دینے سے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا گیا۔ میرا آپ سے یہی سوال ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! بتائیں ذرا، کس نے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا ہے؟

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! انہوں نے جو سوال کیا ہے اور جو اخبار کے references دیئے ہیں تو اس سلسلے میں proper طریقے سے اس کا سوال لے آئیں یا اس کے اوپر کوئی تحریک لے آئیں تو انہیں اس سلسلے میں مکمل طور پر satisfied کیا جائے گا۔

جناب سپیکر: جی، میاں نصیر صاحب!

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! منسٹر صاحب نے کہا کہ اس کو proper طریقے سے لے کر آئیں، یہ کوئی 3 دفعہ proper طریقے سے بھیجا جا چکا ہے اور ہر دفعہ مجھے یہ کہا جاتا ہے کہ یہ وفاق کا مسئلہ ہے۔ اس میں کسی پر کوئی تنقید کا مسئلہ نہیں ہے۔ جب راولپنڈی کا ایک پٹواری N.R.O کے تحت اڑھائی کروڑ کا غبن معاف کرواتا ہے جو گورنمنٹ آف پنجاب سے salary لیتا ہے، جو گورنمنٹ آف پنجاب کا employee ہے، جو گورنمنٹ آف پنجاب کے ریکارڈ میں کرپشن کرتا ہے تو یہ کس طرح وفاق کا مسئلہ ہوتا ہے؟ میری ان سے یہی گزارش تھی کہ پنجاب کے اندر کتنے سرکاری اہل کار اس لاء سے مستفید ہوئے ہیں؟ تین دفعہ بھیجنے کے باوجود اس کا جواب نہیں دیا گیا اور کل کے اخبار میں ایک اور خبر آئی ہے کہ ایک اور 18 سکیل کا ریونیو آفیسر اس لاء سے مستفید ہوا اور اسے بری کر دیا گیا ہے تو ان سے میری گزارش یہ ہے کہ یہ کون سا proper طریقہ ہے مجھے بتا دیں تاکہ میں اس طریقے سے سوال بھیجوں۔

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب آتے ہیں تو اس بارے میں وہی بتا سکتے ہیں کیونکہ ان کے علاوہ کوئی نہیں بتا سکتا۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چلیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے آپ کے ہی سوال ہیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! ہم نے پہلے دن ہی ہاؤس میں آ کر یہ commitment دی تھی کہ ہم نے ہاؤس کے اندر اپوزیشن برائے اپوزیشن نہیں کرنی بلکہ اصلاح کی اپوزیشن کرنی ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ یہ پہلی اپوزیشن ہے کہ جو یہ کہہ رہی ہے کہ ہم نے حکومت کے ہر اچھے کام میں ان کا ساتھ

دینا ہے اور عوام کی فلاح و بہبود کے کاموں میں ان کے شانہ بشانہ چلنا ہے کیونکہ ہم اس سسٹم کو خراب نہیں کرنا چاہتے۔ ہماری دعا ہے کہ یہ سسٹم پورے 5 سال چلے تو ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ کرپٹ عناصر جو N.R.O سے مستفید لوگ ہیں، جو اس ملک سے عوام کا اربوں روپیہ لوٹ کر N.R.O کے تحت دوبارہ اس ملک میں آکر حکمرانی کر رہے ہیں، جو حکمران ٹولہ بنا بیٹھا ہے، ان کے جو حواری ہیں اور commitment کر کے یہاں آکر بیٹھے ہیں وہ بھی سارے N.R.O کی ہی پیداوار ہیں۔ اس میں کوئی قباحت یا کوئی ایسا issue نہیں ہے کہ جو لوگ پنجاب میں N.R.O سے مستفید ہوئے ہیں اگر ان کے نام ہاؤس میں آجائیں آپ ان لوگوں کے چہرے کیوں بے نقاب نہیں کرنا چاہتے؟ اگر ان چہروں کے پیچھے کوئی history ہے تو وہ ہاؤس میں بتا دیں یا ان چہروں کو بے نقاب کیا جائے کیونکہ چوری بھی معاف کی گئی ہے اور پیسا بھی معاف کر دیا گیا ہے---

جناب سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں، تشریف رکھیں۔ Is it a point of order?

(قطع کلامیاں)

چودھری صاحب! نہیں، آپ کی بڑی مہربانی۔ اب آپ کو ٹائم نہیں ملے گا This I tell you. جی، بسرا صاحب!

چودھری شوکت محمود بسرا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! جب سے یہ اسمبلی working کر رہی ہے میں نے یہ گزارش کی تھی کہ ہمارا session شام کا کر دیا جائے کیونکہ---

وزیر خوراک و صحت (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! I am sorry میں معذرت کے ساتھ آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ وقفہ سوالات ہے 20/15 منٹ گزر گئے ہیں اور ایک گھنٹے کا ٹائم ہے۔ میں تمام فاضل ممبران سے request کروں گا کہ مہربانی فرما کر اس کو ختم کر لیں۔ اس کے بعد پھر یہ چیزیں discuss کر لیں گے کیونکہ اس سے سب کا نقصان ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! آپ تشریف رکھیں ذرا۔ پارلیمانی سیکرٹری کی میں ذرا بات سن لوں۔

چودھری شوکت محمود بسرا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ ہم نے آپ سے request کی تھی اور اس دن اسمبلی کے اندر یہ consensus ہوا تھا کہ ہمارا session شام کا کر دیا جائے کیونکہ خاص طور پر ہم لوگ جو دور دراز کے علاقوں سے یہاں آتے ہیں---

جناب سپیکر: جی، آپ کی اتنی بات ہو چکی ہے، آپ تشریف رکھیں۔ آپ کوئی طریقے کی بات کریں ناں۔ نہیں، آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب! فرمائیں۔

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میں جناب کی وساطت سے معزز ممبر سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ جس وقت N.R.O آیا تھا اس وقت اس صوبے کا چیف منسٹر کون تھا، اس وقت پرائم منسٹر کون تھا، اس وقت ڈکٹیٹر پریذیڈنٹ کون تھا؟ یہ خود N.R.O لانے والے ہیں، خود اس سازش کا حصہ ہیں اور یہ خود اس کا حصہ بنے۔ اس وقت انہیں یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ N.R.O کیا ہے اور کون لا رہا ہے؟ آج یہ بات کرتے ہیں کہ لاء منسٹر on record بتائے کہ کتنے فراڈ ہوئے ہیں؟ میں آپ کی وساطت سے لاء منسٹر سے یہ درخواست کروں گا کہ پچھلے 8 سالوں کے اندر جتنے فراڈ ہوئے ہیں، جس طرح اس صوبے کو لوٹا گیا ہے اور جس جس نے لوٹا ہے ان سب کی لسٹ یہاں پر فراہم کرنے کی اجازت دی جائے۔ بہت شکریہ۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ ایجنڈے کے مطابق مجھے چلنے دیں، پلیز، میجر صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ دیکھیں، یہ ایجنڈا ہے اس کے مطابق مجھے چلنے دیں۔

میجر (ر) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! کیا صرف منسٹر اور پارلیمانی سیکرٹری پوائنٹ آف آرڈر پر بول سکتے ہیں اور کوئی نہیں بول سکتا؟

جناب سپیکر: چلیں جی، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ہی چلتے رہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں پھر اس کے مطابق نہیں چلوں گا۔ آپ بات کریں گے تو پھر دوسرے کا حق نہیں ہے؟ جی، آپ بولیں۔ چودھری صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ پوائنٹ آف آرڈر ہونا چاہئے۔

میجر (ر) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میرا بالکل پوائنٹ آف آرڈر ہوگا۔ میں نے آج تک کبھی فضول تقریر نہیں کی۔ میری گزارش یہ ہے کہ پچھلے session کے اندر C&W کے خلاف میں نے تحریک استحقاق پیش کی تھی جو مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ سپیکر صاحب نے اسے مسترد کر دیا ہے۔ وہ تحریک استحقاق یہ تھی کہ ایک agreement کے اندر لکھا گیا ہے کہ اسمبلی اس کے متعلق قانون سازی نہیں کر سکتی، اس سے پوری اسمبلی کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور وہ تحریک استحقاق بھی مسترد ہو

گئی ہے۔ اگر وہ تحریک میرے اپنے متعلق ہوتی تو پھر اس کا کیا حال ہوتا، اس کے اوپر مجھے آپ کی رولنگ چاہئے۔.Thank you very much

جناب سپیکر: رانا صاحب! اجلاس کے بعد آپ میرے چیمبر میں تشریف لائیں، میں آپ کو دکھاؤں گا اور خود بھی دیکھوں گا کہ کیوں اس طرح ہوا ہے؟ اس کا نوٹس لیں گے۔

ملک محمد عباس راں: جناب سپیکر! اپوزیشن سے میرے دوست نے کہا ہے کہ ہم نے حکومت کے ہر اچھے کام کی تائید کی ہے۔

جناب سپیکر: انہوں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے؟ آپ تشریف رکھیں، please۔ دیکھیں، 11 بج گئے ہیں۔ میرے بھائی! میری بات سنیں، آپ کچھ تو خیال کریں ناں۔ (قطع کلامیاں) نہیں، کون سے الفاظ؟ میں نے ابھی floor آپ کو دیا نہیں، آپ کیسے بول رہے ہیں؟ (قطع کلامیاں) نہیں، کیوں نہیں ہے؟ ان کا جو حق ہے وہ میں نے دینا ہے۔ آپ چھوڑیں اس بات کو، وہ میرا اور ان کا معاملہ ہے۔.Thank you very much آپ تشریف رکھیں۔ بھئی! پوائنٹ آف آرڈر والے کوئی اور صاحب رہ گئے ہیں؟ جی، چودھری صاحب!

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! I want to draw your kind attention, sir. میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں، ابھی جو آپ نے فرمایا تھا اور ہمارے بھائی نے N.R.O سے مستفید ہونے والے لوگوں کے بارے میں جو point اٹھایا تھا کہ یہاں پر ہاؤس میں جو information دینی ہے اس کے بارے میں وہ سوال put کرتے ہیں اور آپ نے گورنمنٹ سے پوچھا ہے۔ یہ آپ کے سیکرٹریٹ کا مسئلہ ہے، گورنمنٹ ان سوالات کی اجازت نہیں دیتی۔

سوالات (محکمہ خوراک)

نشان زدہ سوالات اور اُن کے جوابات

جناب سپیکر: جی، میں اپنے سیکرٹریٹ کی بات کر رہا ہوں۔ جہاں تک میرا استحقاق ہے تو میں اس حد تک رہتا ہوں۔ اب وقفہ سوالات شروع کریں۔ محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کا سوال ہے۔ جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: سوال نمبر 115

لاہور میں فلور ملوں کی تعداد اور متعلقہ دیگر تفصیلات

*115: **محترمہ آمنہ الفت:** کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف)　اس وقت لاہور میں کتنی فلور ملز موجود ہیں، ان ملز کے نام اور ان کے مالکان کے نام سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ب)　کیا حکومت کی طرف سے ان ملز کو گندم کی سپلائی کی جاتی ہے، اگر کی جاتی ہے تو ہر مل کے کوٹے کی تفصیل مالی سال 07-2006 اور 08-2007 کے مطابق ایوان میں بتائی جائے؟

(ج)　کیا یہ ملز صرف آٹا فروخت کر سکتی ہیں یا گندم بھی؟

(د)　اگر کسی مل سے آٹے کی بجائے گندم فروخت ہوتی ہے تو اس مل مالک کے خلاف کیا کارروائی کی جا سکتی ہے، ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف)　لاہور میں کل 39 فلور ملیں ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

نام فلور ملز	نام مالک	نام فلور ملز	نام مالک
داتا	میاں فیاض، محمد اکرم	پریمئر	محمد خالد، عارف
لاہور	اظہار حق	راوی	میاں احمد
سپریم	خلیق ارشد	ساجد	ساجد عبداللہ
افضل	میاں افضل	رحمت۔I	بختیار علی بابر
رحمت۔II	بختیار علی بابر	یعقوبیہ	میاں اشرف
فردوس	ملک عبدالمجید، شجاع	گڈلک	عبدالستار
ناصر	احسن رضا	مدینہ	نوید مظہر
ایف اے	نوازش علی	ذیشان	محمد ارشد
صفدر	محمد صفدر	فائیو سٹار	حاجی عاشق
پاکستان	محمد طارق	خواجہ برادرز	خواجہ عطاالرحمٰن
الرمضان	رانا محمد اشرف	بادامی باغ	حاجی محمد امین
شیخ برادرز	میاں اکبر	ماڈرن	چودھری وجاہت
سنی	حاجی عبداللہ	حیات	صوفی محمد بلال
فیروز	میاں خالد	بھٹی	عبدالرشید
طارق	شیخ عارف	قیصر	قیصر رشید
سرتاج	میاں اخلاق احمد	النور	محمد ایوب
گلستان	میاں خالد	عوامی	محمد طاہر
الراعی	میاں محمد ندیم	اے بی فوڈ	علی محمد
سلیم	رفاقت علی	شیخ برادرز۔II	میاں اکبر
برکت	محمد امجد		

(ب) سپلائی کردہ گندم برائے سال(بوری)

نمبر شمار	نام ملز	2006-07	2007-08
1	ناصر	219638	155928
2	پریمئر	118179	118080
3	لاہور	144089	129624
4	رمضان	80488	115427
5	افضل	82452	112669
6	راوی	129785	124608
7	سپریم	99425	132597
8	ساجد	78699	130739
9	رحمت-I	89293	106920
10	رحمت-II	62781	80228
11	ناصر	69894	90693
12	فردوس	51470	74249
13	خواجہ برادرز	49125	75852
14	گڈلک	108430	92781
15	مدینہ	-	24805
16	ایف اے	14395	12071
17	ذیشان	11922	19332
18	صفدر	10850	17924
19	فائیو سٹار	19254	19192
20	ماڈرن	341957	197501
21	النور	113873	83511
22	شیخ برادرز-I	159216	114888
23	شیخ برادرز-II	91751	77767
24	عظیم	114398	-
25	الراعی	-	55370
26	عوامی	61723	43708
27	بادامی باغ	209309	123904

28	بھٹی	95692	86799
29	قیصر	103229	67704
30	سرتاج	134362	92092
31	حیات	112385	103951
32	گلستان	100658	78323
33	طارق	110636	84312
34	فیروز	110504	89067
35	سنی	162776	125811
36	برکت	101368	77186

(ج) ملز صرف آٹا فروخت کر سکتی ہیں۔

(د) اس کے خلاف محکمانہ قواعد کے تحت کارروائی کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں

1- فلور ملز کا فوڈ گرین لائسنس معطل / منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

2- گندم کا کوٹا کچھ دنوں یا غیر معینہ مدت کے لئے معطل / بند ہو سکتا ہے۔

3- فلور ملز مالکان کو جرم کی نوعیت کے پیش نظر نقد جرمانہ کیا جا سکتا ہے جو کہ فلور ملز کی سکیورٹی کی رقم ضبط ہونے کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ بظاہر اس رپورٹ کے مطابق گندم پوری ترسیل کے ساتھ ملوں میں جاتی ہوئی نظر آ رہی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ اس حکومت کے آنے کے بعد چھ مہینوں میں لگاتار بحران کی کیفیت رہی ہے؟ یہ براہ مہربانی وجہ بتادیں کہ لوگوں کو آٹا نہیں ملتا رہا اور اس چیز پر پورا میڈیا اور عوام شدید احتجاج کرتے رہے کہ اپنی good governance کے حوالے سے وزیر موصوف کچھ جواب دے دیں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے اس جواب کو پورا پڑھا ہے اور اس کے بعد کوئی ایسا نکتہ نہیں نکالا کہ جس میں کوئی ایسی مشکل نظر آئی ہو۔ اب آپ نے ایک وضاحت مانگی ہے کہ پچھلے چھ ماہ میں کیا ہوتا رہا؟ میں آپ کو واضح طریقے سے بتانا چاہتا ہوں کہ پچھلے سال ان دنوں میں جو حالات تھے وہ شاید اب نظر نہیں آ رہے۔ الحمدللہ اب تو کسی جگہ پر بھی آٹے کی کوئی مشکل ہے اور نہ کوئی شکایت آ رہی ہے۔ اگر کوئی اِکا

دُکا واقعات ہوتے بھی ہیں تو ان کو حل کرنے کے لئے قانون بھی نافذ کیا جاتا ہے اور قانون کے تحت کارروائی بھی کی جاتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! وزیر موصوف کے جواب سے میری تشفی نہیں ہوئی۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب گندم فراوانی سے ملوں میں جا رہی تھی تو پھر عوام کو اتنے زبردست ٹارچر سے کیوں گزارا گیا؟ اب بھی غیر معیاری آٹا عوام کو مل رہا ہے، آٹا مہنگا بھی ہوا ہے اور آج بھی بہت سی جگہوں پر آٹا نہیں مل رہا آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ میں نے آپ سے وجہ پوچھی ہے جبکہ آپ ہی کی سربراہی میں یہ رپورٹ اسمبلی میں فراہم کی گئی ہے اس کے مطابق گندم کی ترسیل جاری رہی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ انھوں نے 07-2006 کا ذکر کیا ہے تو اس کے لئے پورے ہاؤس کو پتا چلنا چاہئے کہ اس دوران کیا ہوتا رہا ہے۔ یہاں پر ذخیرہ اندوزی کی جاتی رہی اور حکومت کو غلط figures بتائے جاتے رہے۔ یہاں پر کچھ کمیشن ایجنٹس نے گندم کو بیرون ملک بھجوا دیا اور پھر وہاں سے واپس گندم یہاں پر لے کر آئے۔ اس طرح 07-2006 کا عرصہ اسی طرح کے crisis میں گزرا۔ آپ نے 08-2007 میں دیکھا کہ وہی مشکلات جاری رہیں کہ ذخیرہ اندوزی بھی ہوتی رہی، سمگلنگ بھی ہوتی رہی اور کمیشن ایجنٹ مافیا نے کھل کر اپنا کام کیا کیونکہ یہاں پر governance نہیں تھی۔ یہاں پر ایسا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ یہ پچھلی گورنمنٹ کے دور میں ہوا ہے اور یہ ان کا حصہ تھے۔ آپ پچھلے چھ ماہ کی بات کرتے ہیں تو ان میں اتنا اچھا انتظام ہوا ہے کہ اس کی مثال پچھلے تین چار سال میں نظر نہیں آتی۔ اس لحاظ سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ رمضان شریف میں جب دوسرے صوبے میں آٹے کا تھیلا 600 یا 700 روپے کا مل رہا تھا تو پنجاب میں وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب کے حکم کے مطابق 300 روپے کا تھیلا دیا گیا۔ اس دوران بھی کوئی مشکل نظر نہیں آئی۔ باقی معاملات کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ کیا ہوتا رہا اور کیسے یہاں پر کرپشن ہوتی رہی یا کیسے نظام درہم برہم رہا ان معاملات کے حوالے سے میں نے سارے لوگوں کا آپ کو بتا دیا ہے۔ آپ کسی وقت ان سے وضاحت لے لیں تو بہتر ہوگا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! انتہائی افسوس کے ساتھ میں یہ کہوں گی کہ وزیر موصوف نے میرے سوال کے جواب میں مخالفانہ طریقے سے بیان دیا ہے۔ میں آپ ہی کے جوابات جو ادارے نے دیئے ہیں اور ان کی سربراہی میں دیئے ہیں وہ کچھ اور کہہ رہے ہیں اور ان کی زبان کچھ اور کہہ رہی ہے۔ یہ قول و فعل کا تضاد کب تک آپ عوام کے سامنے بیان کرتے رہیں گے؟ میں موجودہ حکومت کے آنے کے بعد کی جو تفصیل ہے اس کے حوالے سے سوال پوچھ رہی ہوں اور یہ ہمارے سابق دور حکومت پر الزام لگا رہے ہیں۔ اس روایت کو کب ختم کیا جائے گا اور کب یہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوں گے؟ میں نے ضمنی سوال یہ کیا ہے کہ 07-2006 کے دوران ملوں کو گندم کی جس انداز سے ترسیل رہی ہے اسی انداز سے 08-2007 میں بھی رہی ہے اور تواتر کے ساتھ گندم مہیا کی جاتی رہی ہے۔ میں نے وزیر موصوف سے یہ پوچھا تھا کہ پھر آٹے کا بحران کیوں آیا تھا جبکہ آپ پورے کے پورے سوال اور ان کے جواب پڑھ لیں تو کہیں پر بھی یہ نہیں لکھا کہ گندم کی کمی ہوئی ہے، کہیں پر بھی نہیں لکھا ہوا کہ گندم کی کم پیداوار ہوئی ہے، کہیں پر بھی نہیں لکھا ہوا کہ گندم کو سپلائی نہیں کیا گیا پھر یہ الزامات کس وجہ سے ہمارے کھاتے میں آج تک ڈالتے آ رہے ہیں۔ آج یہ الزامات کا سلسلہ ختم ہونا چاہئے۔ میرے پاس یہ سوالات کے جوابات ہیں، یہ آپ کی سربراہی میں دیا ہوا proof ہے۔ آج یہ قبول کریں کہ یہ الزامات fake ہیں اور آج میڈیا بھی سن لے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ نے اپنی بات کر لی ہے تو آپ میری بات بھی سن لیں۔ آپ اگر اپنا سوال پڑھیں تو اس میں یہ لکھا ہے کہ اس وقت لاہور میں کتنی فلور ملیں موجود ہیں۔ حکومت کی طرف سے ان ملوں کو گندم کی سپلائی کی جاتی ہے تو ہر مل کے کوٹے کی تفصیل 07-2006 اور 08-2007 کے حساب سے دی گئی ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ میرے دوسرے سوال کو دیکھیں۔ اس کا جواب آیا ہوا ہے کہ ملوں کو کتنی کتنی گندم سپلائی ہوئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے تو یہ پوچھا ہے کہ کتنی گندم فراہم کی جاتی ہے؟ آپ نے یہ اسباب نہیں پوچھے لیکن ضمنی سوال میں آپ نے پوچھا ہے کہ کیا وجہ ہے؟ آپ کے سوال کا جواب تو اس میں آیا ہوا ہے لیکن آپ کا جو ضمنی سوال آیا تھا کہ وہ کیا وجہ ہے کہ جس کی بنیاد پر آٹا مہنگا ہوا یا سپلائی متاثر ہوئی؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! وزیر موصوف یہ سارا کچھ ہمارے اوپر ڈال رہے ہیں۔ یہ پھر وہی گھسی پٹی بات کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب آپ اسباب پوچھیں گی تو انھوں نے تو اسباب بتانے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ اسباب تو 2005 کے نکال کر بیٹھے ہوئے ہیں جب ایسی باتوں کا تو وجود ہی نہیں تھا۔ میں تو موجودہ سال کی بات کر رہی ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سینئر وزیر صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! میں تو نہیں چاہتا تھا کہ یہ بات کروں لیکن محترمہ جس طرف بات لے کر جا رہی ہیں تو ان پر ہی سارا الزام اور ملبہ آتا ہے۔ شوکت عزیز نے لاکھوں ٹن گندم export کی تھی۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ وزیر صاحب کی بات سن لیں پھر آپ اپنی بات کریں۔ میں آپ کو ضرور موقع دوں گا لیکن یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ آپ انھیں بات تو کرنے دیں۔ جی، سینئر وزیر صاحب!

سینئر وزیر / وزیر آبپاشی و قوت برقی (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی کہ ان کا تعلق (ق) لیگ سے ہے اور (ق) لیگ کے چودھری پرویز الٰہی صاحب نے خود کہا ہے کہ شوکت عزیز نے اس ملک کا بیڑا غرق کیا ہے۔ اب یہ اس کو کیوں defend کر رہے ہیں؟ انھیں اتنا بھی نہیں پتا کہ ہم نے شوکت عزیز کو defend نہیں کرنا۔ اس نے لاکھوں ٹن گندم export کی اور پھر import کی جس سے ایک بحران پیدا ہوا اور اس بحران کے اثرات کافی عرصہ تک رہے۔ گندم کی export پر مسلم لیگ (ق) کے بہت سے رہنماؤں نے بیان دیا کہ شوکت عزیز نے یہ بہت بڑی غلطی کی ہے اور ملک کو کروڑوں ڈالر کا نقصان پہنچا ہے جس وجہ سے بحران رہا ہے۔ ان کے لیڈر پرویز الٰہی صاحب نے کہا ہے کہ اس ملک کا بیڑا شوکت عزیز نے غرق کیا ہے اور یہ پتا نہیں کیوں اسے defend کر رہے ہیں؟ یہ آٹے کا بحران بھی اسی کی وجہ سے آیا تھا۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ہراج صاحب!

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں نے کل آپ سے گزارش کی تھی کہ پوائنٹ آف آرڈر پر rules موجود ہیں لیکن point of irrelevance، پوائنٹ آف خوشامد اور point of useless

history پر rules نہیں ہیں۔ میں اس موضوع پر بات کرنا چاہ رہا ہوں کہ 2007 سے 2008 جون تک کی یہ discussion ہو رہی ہے اور اب شوکت عزیز صاحب کو اس حکومت سے بے دخل ہوئے بہت عرصہ ہو چکا تھا۔ یہ حکومت پنجاب کا معاملہ ہے وفاق کا نہیں ہے۔ آپ وزراء صاحبان کو سمجھائیں کہ اگر ان کو اپنے محکموں کا نہیں پتا، اگر ان کو federal اور provincial کی divisions کا نہیں پتا، ان کی demarcation کا پتا نہیں تو یہاں پر یہ کیا کرنے آ جاتے ہیں؟ ایک سادہ سا سوال پوچھا ہے کہ اس کالم کا اور ساتھ والے کالم کا ٹوٹل کیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ہراج صاحب! آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے لیکن جون 2007 میں کس کی حکومت تھی؟

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! یہ مالی سال کی بات ہو رہی ہے۔ اس پر جون 2008 لکھا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ہراج صاحب! میں نے یہاں پر سب کو ساتھ لے کر چلنا ہے۔ آپ نے سوال میں کہا کہ 2006 سے 2007 اور 2007 سے 2008 کا لکھا ہے۔ آپ کو خود پتا ہے کہ الیکشن 18۔فروری کو ہوئے اور ممبران پنجاب اسمبلی نے حلف اپریل میں اٹھایا تھا۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں آپ سے یہ بات کر رہا ہوں کہ اگر شوکت عزیز صاحب پر یہ discussion چلی جاتی ہے تو شوکت عزیز صاحب کا اس حکومت پنجاب کی گندم کی distribution سے کیا تعلق ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ majority of this fiscal year میں شوکت عزیز صاحب اس ملک کے وزیر اعظم نہیں تھے۔ majority of the fiscal year of 2007-08 میں شوکت عزیز صاحب صرف پانچ مہینے تھے، سات مہینے نہیں تھے۔ سوال پنجاب حکومت کے متعلق ہے، سوال گندم کی disbursement کے متعلق ہے، سوال کا جواب بڑا سادہ تھا لیکن وزیر صاحب نے اس کا جواب نہیں دیا۔ ان کو اگر سمجھ نہیں آتا تو میں ان کو آسان اشاروں کی زبان میں سمجھا دیتا ہوں کہ گندم کا ٹوٹل اس کالم کا اور ساتھ والے کالم کا ٹوٹل اس سے زیادہ ہے۔ اگر یہ ٹوٹل اس سے زیادہ ہے تو بحران کہاں سے آیا؟ اتنا آسان سا سوال جس کا آسان سا جواب ہونا چاہئے اگر ان کو اپنے محکمے کا کچھ بھی پتا ہو۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں اس بات کو politicalize نہیں کرنا چاہتا لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ انہوں نے بی اے کی ڈگری تو ضرور لی ہے لیکن یہ 2006 بھی نہیں پڑھ سکتے اور 2007 بھی نہیں پڑھ سکتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پلیز! personal attack نہ کریں اور صرف متعلقہ issues پر رہیں۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): مجھے افسوس ہے کہ یہ اگر سوال اور اس کا جواب پڑھ لیتے تو ان کو پتا چل جاتا کہ انہوں نے کیا تفصیل مانگی ہے؟

جناب محمد یار ہراج: یہ ذاتی attack نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میں نے وہ بات کر دی ہے۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): اس کے بعد جو ضمنی سوال بنتا ہے وہ کریں اس کا مناسب جواب دیا جائے گا۔ سارا سوال پڑھنے کے بعد انہوں نے ایک ہی ضمنی سوال کیا کہ بحرانی کیفیت کیوں پیدا ہوئی؟ اب یہ بتانا ضروری ہے کہ 07-2006 میں کیا ہوتا رہا اور 2007 سے لے کر 2008 میں کیا ہوتا رہا۔ اگر ہم اس کی وضاحت کر رہے ہیں تو اس میں ان کو گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟ یہاں پر مافیا تھا جو سمگلنگ میں شامل تھا اور ساتھ ساتھ ہولڈرز میں شامل تھا۔ اس سے بڑھ کر یہاں پر ایسے لوگ بھی تھے جو بیرون ملک، گندم باہر بھیجتے رہے یہاں پر لوگ گندم کے لئے ترس رہے تھے اور کمیشن مافیا جو اقتدار میں بیٹھا ہوا تھا وہ یہاں سے اٹھا کر باہر بھیجتا رہا۔ راجہ صاحب نے جو بیان دیا شاید ان کو سمجھ نہیں آیا تو میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ شوکت عزیز صاحب کا نام اس لئے آیا کہ گندم کی پالیسی ہمیں وفاقی حکومت دیتی ہے اس کے تحت ہمیں چلنا پڑتا ہے۔ اگر وہ کہتی ہے کہ ہم نے باہر import export کرنا ہے تو انہی کے کہنے پر ہوتی ہے، پنجاب حکومت کے کہنے کے مطابق نہیں ہوتی۔ لہذا وفاقی حکومت کی اس میں interference رہی جس کی وجہ سے یہ سارے معاملات ہوتے رہے۔ اس کے بعد پنجاب میں جناب وزیر اعلیٰ اور ان کی جو ٹیم تھی انہوں نے یہ کیا کہ stockist کو بھی پروان چڑھایا، سمگلرز کو بھی پروان چڑھایا اور اسی issue کو لے کر آگے بڑھتے رہے۔ اب اگر یہ اپنے سوال کے مطابق چلیں تو بڑے مناسب جواب ملیں گے۔ اگر یہ اس سے ہٹ کر بات کریں گے تو بات ہمیں بھی کرنی آتی ہے لیکن چونکہ میں آج وقفہ سوالات میں سوالات کا جواب دینا چاہتا ہوں لہذا یہ relevant بات کریں تاکہ میں relevant ہی جواب دوں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: ضمنی سوال۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! ہمارا بڑا سادہ سا سوال ہے جس کو میرے خیال میں منسٹر صاحب confuse کر رہے ہیں۔ پچھلے سال گندم کا جو حشر ہوا ہے، cross borders کرائے گئے ہیں یا جو ملی بھگت محکمے کے ساتھ کی گئی ہے اس کے اوپر یہ کوئی shadow کرنا چاہ رہے ہیں۔ میرے دو سوال ہیں ایک یہ کہ گندم کی فصل کس مہینے میں آئی تھی جو کہ مارچ میں آئی تھی، مارچ 2008 میں گندم کی نئی فصل آ چکی تھی اور منسٹر صاحب کے بیان کے مطابق وہ bumper crop تھی، اس bumper crop کے باوجود جون، جولائی، اگست، ستمبر اور اکتوبر میں پنجاب کی عوام کا آٹے لینے اور گھر میں روٹی پکانے میں جو حشر ہوا ہے اس کا اندازہ آپ اخباروں سے لگا سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اعجاز شفیع صاحب! بات سال 2007 اور 2008 کی ہو رہی ہے، پہلے اس بات کو تو پورا کر لیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! وہ confuse کر رہے تھے اور میری بہن نے بھی وہی سوال کیا تھا جو میں کر رہا ہوں۔ آپ منسٹر صاحب سے پوچھیں کہ bumper crop مارچ 2008 میں آ چکی تھی؟ میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں اور آج ہمارا پورا میڈیا اور ہمارے دوست بھی سن رہے ہیں کہ 2002 سے لے کر نومبر 2007 تک اتنا سنگین بحران آج تک کبھی بھی نہیں آیا تھا جو پچھلے سال مئی، جون، جولائی اور اگست میں آیا ہے۔ میڈیا اس چیز کا گواہ ہے اور میں پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ پچھلے پانچ سال بلکہ پوری history میں اتنا بحران کبھی نہیں آیا تھا جو پچھلے سال bumper crop کے باوجود مئی، جون، جولائی اور اگست میں آیا ہے۔ اس کی reason بتا دی جائے کہ منسٹر صاحب کی کیا administration تھی، بارڈرز پر جو سمگلنگ ہو رہی تھی اس میں کس کس کا حصہ ہے اور ان کا کیا کمیشن تھا؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): میں سمجھتا ہوں کہ میرے فاضل دوست نے جو ابھی بات کی ہے ان کو شاید حقائق کا علم ہی نہیں ہے اور یہ بے علمی میں ساری باتیں کر رہے ہیں۔ میں تھوڑا facts and figures کے ساتھ بات کرنا چاہتا ہوں کہ ان کو یہ بھی پتا نہیں ہے کہ گندم کی فصل فروری یا مارچ میں آتی ہے یا اپریل میں آتی ہے۔ ہماری procurement 19۔اپریل سے شروع ہوتی

ہے۔ دوسرا انہوں نے bumper crop کا کہا ہے۔ اگر bumper crop ہوتی تو ہمارے targets achieve نہ ہوتے؟ ان کو یہ بھی نہیں پتا کہ bumper crop ہوئی ہی نہیں ہے اور نہ ہونے کی وجہ بتانے کے لئے مجھے پھر پیچھے جانا پڑے گا کہ ان کی غلط پالیسی تھی۔ انہوں نے کسانوں کے ساتھ جو ظلم کیا اور بوائی کے وقت گندم کا 425 روپے ریٹ رکھا وہ اتنا کم تھا کہ لوگوں نے اسے لگانا ہی پسند نہیں کیا اور ان کی غلط پالیسی کی وجہ سے 12 لاکھ ایکڑ کم کاشت ہوا۔ اس کے بعد جب یہ دیکھا گیا کہ 425 روپے کے تحت زمیندار بالکل پس چکا ہے اور جتنی investment انہوں نے اپنی فصل کے اوپر کی تھی وہ recover نہیں ہو رہی تو اس کو enhance کیا گیا اور 625 روپے پر گندم کی خرید شروع کی گئی۔ میں یہ بھی ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ اگر یہ bumper crop تھی تو ہمارا پنجاب کا target تو 30 لاکھ کا تھا جو 2.5 پر آ کر ختم ہو گیا اور ہم اس کو achieve ہی نہیں کر سکے تھے جس کو ہم نے 83 فیصد پر achieve کیا، بعد میں ہمیں گندم کو پنجاب کی ضرورت کے مطابق 3.5 تک لے جانا تھا لہذا باہر سے import کرنے کے لئے ہم نے وفاقی حکومت کو لکھا کہ آپ مہربانی کر کے منگوا کر دیں اور تب ہم معاملہ آگے لے کر چلیں گے لہذا وفاقی حکومت نے 17.5 ٹن باہر سے منگوائی اور اس وقت بھی پائپ لائن میں پانچ لاکھ ٹن گندم موجود ہے۔ انہیں تو پتا ہی نہیں کہ bumper crop کسے کہتے ہیں اور self sufficient کسے کہتے ہیں؟ لہذا یہ facts & figures میں نے ان کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ یہاں پر انہیں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں اور انہیں میرا چیلنج ہے کہ کسی بھی میڈیا پر جا کر، کسی بھی فورم پر جا کر پریس کے سامنے یہ اس بات کا comparison کر لیں کہ سال 07-2006 اور اس کے بعد جو حالات رہے اور 2008 میں جب ہماری حکومت آئی تو اس میں اور اس میں کتنا فرق تھا اور اگر اس میں فرق نکلے گا تو یہ جو کہیں گے ہم اس کی سزا کے لئے تیار ہیں لیکن انہیں یہاں پر facts & figures کے ساتھ بات کرنی چاہئے۔ جھوٹ میں ساری باتیں، غلط فہمی پر ساری باتیں اور سنی سنائی باتوں میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اگر ان کے پاس facts & figures ہیں تو یہ بتائیں۔ میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ رمضان شریف میں جب ہمیشہ crisis ہوتا ہے اور ہم نے میاں محمد شہباز شریف صاحب وزیراعلیٰ پنجاب کے حکم کے تحت 300 روپے اس تھیلے کا ریٹ رکھا اور اس دوران بھی اس کی کمی محسوس نہیں ہوئی تو یہ کون سی بات کر رہے ہیں کہ کیا

crisis ہے؟ آج بھی یہ مارکیٹ میں چلے جائیں تو کوئی ایسا مسئلہ نظر نہیں آ رہا۔ یہ اگر جھوٹ کا ہی سہارا لیتے رہیں گے تو اب یہ جھوٹ ختم ہونے والا ہے اور ان کا اس سے زیادہ اور جھوٹ نہیں چلے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: وقفہ سوالات کے لئے ایک گھنٹہ ہوتا ہے۔ کل بھی پورے گھنٹے میں صرف دو سوالات ہوئے اور آج پہلے سوال پر ہی 35 منٹ گزر چکے ہیں۔ وہ ممبر جنہوں نے آگے سوالات دیئے ہوئے ہیں وہ بھی بڑے اہم ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کے اوپر بھی جواب آئے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! وزیر موصوف کی لمبی تقریر پر تو میں یہ کہوں گی اور اوپر سے انہوں نے چیلنج بھی کر دیا ہے کہ "اب آیا اونٹ پہاڑ کے نیچے" اور "سوال گندم اور جواب چنا" مستقل ہو رہا ہے اور سابق دور میں اگر bumper crop نہ ہوئی ہوتی تو اتنی گندم اس رپورٹ کے مطابق لگاتار ملوں میں جا رہی ہے، یہ کہاں سے آ گئی؟ تیسری بات یہ ہے کہ پہلے جب خوراک کے سوالات آئے تھے تو اس میں آپ ہی کی سربراہی میں جواب آیا تھا کہ پاکستان کی تاریخ میں سب سے زیادہ bumper crop ہوئی ہے، اس کا ریکارڈ یہاں پر درج تھا، وہ پچھلے بھی کاغذات نکال کر میں اسمبلی میں پیش کر دوں گی اور مزید بات یہ ہے کہ یہ چیزیں on record ہیں اور نکلوا لیں اور انہیں اسمبلی میں لے آئیں کہ اڑھائی لاکھ ٹن گندم چودھری پرویز الٰہی نے 425 روپے فی من خرید کر سٹاک کی تھی، reserve کی تھی، وہ کہاں گئی؟ وہ تو حکومت کی ملکیت تھی۔ یہ کبھی شوکت عزیز کے اوپر لے جاتے ہیں اور کبھی کہیں پر لے جاتے ہیں اور یہ باتوں کو گھمائے چلے جا رہے ہیں۔ یہ کیوں نہیں سوال کا to the point جواب دیتے؟ غلطیاں ان کی ہیں، good governance ان کی ہے یہ اس چیز کا جواب دیں۔

جناب شاہان ملک: اسی سے متعلقہ سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب شاہان ملک: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے بالآخر اس طرف بھی توجہ کر لی۔ گزارش یہ ہے کہ میں ایک انتہائی اہمیت کی حامل بات کا تذکرہ کروں گا کہ ہم یہاں پر معاملات کو افہام و تفہیم سے بہتری کی طرف لے جانے کے لئے بیٹھتے ہیں۔ بات شروع کہیں سے ہوتی ہے اور پہنچ کہیں جاتی ہے۔ ابھی میری محترم بہن نے تذکرہ کیا کہ چودھری صاحب نے لاکھوں ٹن گندم منگوائی اور اسے ایسے ایسے کیا تو میں آپ کی وساطت سے منسٹر صاحب کی خدمت میں ایک چھوٹا سا واقعہ گوش گزار کرنا چاہتا

ہوں کہ چند دن پہلے میں نے اٹک میں لارنس پور کے مقام پر ایک گودام میں چھاپہ مارا جو آپ نے شاید ٹی وی پر دیکھا ہوگا، جہاں پر ہزاروں کی تعداد میں گندم کی بوریاں اور آٹا پڑا ہوا تھا اور آٹے کی حالت یہ تھی کہ وہ اتنا پرانا ہونے کی وجہ سے پتھر بن چکا تھا۔ مجھے لگتا ہے کہ یہ وہی لاکھوں ٹن کا حصہ ہوگا جو پتھر بن چکا تھا۔ اس بات کا بھی پتا چل جائے گا کہ کب کا تھا کیونکہ ریکارڈ میں ہوگا۔ وہاں پر ہزاروں کی تعداد میں بوریاں تھیں، آٹا پتھر بن چکا تھا اور گندم کھاد بن چکی تھی جس کے evidence بھی میرے پاس موجود ہیں۔ جب میں نے متعلقہ افسران سے پوچھا تو مجھے یہ جواب دیا گیا کہ معاملہ litigation میں ہے۔ آپ کی وساطت سے گزارش یہ ہے کہ اگر یہ معاملہ litigation میں ہے اور کل عدالت یہ فیصلہ کر دیتی ہے کہ اس آٹے کو auction کر دیا جائے تو کیا وہ پتھر اس قابل ہے، کیا وہ کھاد auctionable ہے؟ میری یہ گذارش ہے کہ عوام دو روپے کی روٹی کو ترس رہی ہے تو وہ دو روپے کی روٹی جس قسم کی مل رہی ہے وہ آپ کے گوش گزار کریں گے۔ ہم نے حکومت کے ساتھ مل کر عوام کی بہتری کی بات کرنی ہے چاہے وہ آپ کے حق میں جائے یا آپ کے خلاف جائے۔ بات حق اور سچ کی ہوگی۔ وزیر موصوف جب حکم صادر فرمائیں گے تو انہیں تمام تفصیلات سے میں آگاہ بھی کر دوں گا اور یہ خود بھی اس بات کا نوٹس لیں کہ وہ ہزاروں بوریاں جو کہ دس ہزار سے زائد بوریاں ہیں اور یہ کوئی تھوڑی amount نہیں ہے تو اس پر نوٹس لیا جائے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! floor of the House کوئی ایسا figure نہیں دینا چاہئے جو اصل صورتحال سے بالکل مختلف ہو۔ انہوں نے ابھی کہا کہ اڑھائی تین لاکھ ٹن گندم چودھری پرویز الٰہی صاحب نے یہاں پر سٹور کروائی تھی تو یہ مجھے دکھا دیں کہ ان کے پاس ریکارڈ ہے تو وہ کہاں ہے، کہاں سے انہوں نے یہ figures لی ہیں؟ یہ بالکل اور سراسر غلط figures ہیں اور صرف 87 ہزار ٹن گندم جس میں imported شامل تھی اور جیسے میرے بھائی ابھی یہاں سے بات کر رہے تھے کہ وہ گندم کا معیار نہیں ہے جس کے مطابق یہاں پر آٹا سپلائی کیا جائے۔ یہ اس وقت imported گندم منگوائی گئی جو ہم نے بڑی مشکل سے نکالی ہے اور اس کے علاوہ یہ اڑھائی لاکھ ٹن اور تین لاکھ ٹن کی بات کر رہی ہیں کہ وہ سٹاک چھوڑ کر گئے تھے۔ اگر وہ سٹاک چھوڑ کر گئے ہوتے تو 18۔ فروری کو ان لوگوں کا جو حشر ہوا وہ آٹے کے اوپر ہی ہوا تھا اور اس کے بعد جو حالات پیدا ہوئے وہ اس سے بہت مختلف ہیں۔ لہذا یہ facts & figures کے ساتھ کوئی بات کریں اور سنی سنائی باتیں نہ کریں۔ ان

کے سامنے تو کسی قسم کا figure ہے ہی نہیں۔ یہ مجھے اڑھائی لاکھ ٹن گندم کا بتادیں کہ یہ ہمارے پاس forward ہوا ہے تو جو ہمیں کہیں گے ہم اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن یہ سنی سنائی باتیں یا کسی کے کہنے پر آگے بات convey نہ کریں۔ ان کے پاس کوئی facts ہیں تو وہ ضرور convey کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس پر کافی بحث ہو چکی ہے اور اب ہم اگلے سوال پر چلتے ہیں جو کہ محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: سوال نمبر 120۔اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

2005 سے 2007 تک گندم کے ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کارروائی

*120: محترمہ آمنہ الفت: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) گندم کے ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کیا کارروائی کی جاتی ہے؟

(ب) سال 2005 سے 2007 تک گندم کے جن ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کارروائی کی گئی ہے، ان کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) ذخیرہ اندوزوں کے خلاف بذریعہ فوڈ سٹف کنٹرول ایکٹ 1958 (Food Stuff Control Act,1958) پرائس کنٹرول اینڈ پریوینشن آف پرافٹیر نگ اینڈ ہورڈنگ ایکٹ 1958 (Price Control & reventionof Profiteering & Hoarding Act,1958) اور فوڈ گرین لائسنسنگ کنٹرول آرڈر، 1958 (Food grain Licensing Control Order, 1958) کے تحت کارروائی عمل میں لائی جاتی ہے۔

(ب) سال 2005 سے 2007 تک گندم کی خرید و فروخت و ذخیرہ کرنے کی عام اجازت تھی۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! سوال کے جز (ب) میں درج ہے کہ 2005 سے 2007 تک گندم کی خرید و فروخت اور ذخیرہ کرنے کی عام اجازت تھی، ایسا کیوں تھا؟ وزیر موصوف سے میری گزارش

ہے کہ انہوں نے کہا کہ bumper crop نہیں تھی، یہ نہیں اور وہ نہیں تھا تو ان کا محکمہ خود درج کر رہا ہے کہ اتنی فراوانی تھی اور کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ 2005 میں جب ہماری حکومت ابھی چل رہی تھی اور اس mid سے لے کر 2007 تک لگاتار میں سمجھتی ہوں کہ لوگ گندم میں نہا رہے تھے۔ اتنی گندم تھی تو ایسا کیوں تھا اور ان کے دور میں اب کیا ہو رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): معذرت سے بات کروں گا کہ گندم سے نہایا نہیں جاتا بہر حال انہوں نے یہ فقرہ تو دے دیا ہے۔ ان کے ضمنی سوال میں ہے کہ 2005 تا 2007 میں یہ خرید و فروخت اور ذخیرہ کرنے کی اجازت تھی۔ ہم نے جواب دیا ہے اور ان کا سوال یہ تھا کہ 2005 سے 2007 تک گندم ذخیرہ اندوزوں کے خلاف کارروائی کی گئی ان کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے۔ چونکہ پنجاب کی ہر سال پالیسی بنائی جاتی ہے کہ اس دفعہ ہم نے کتنا ٹارگٹ achieve کرنا ہے، کس پالیسی کے تحت کرنا ہے اور اوپن مارکیٹ میں ہم نے جانا ہے یا ہم نے اپنے warders کی نگرانی کرتے ہوئے اچھی management کے تحت اپنا ٹارگٹ achieve کرنا ہے؟ جو پالیسی ہر cell کی بنتی ہے اسی کے تحت سارا سال work کیا جاتا ہے لہذا اس وقت کی حکومت نے یہ پالیسی بنائی ہو گی کہ ہم نے اس کے اوپر پابندی نہیں لگائی اس لئے وہ پابندی نہیں تھی اور اسی لحاظ سے کسی کے خلاف کارروائی کی گئی اور نہ ہی کوئی ذخیرہ اندوزی کا معاملہ سامنے آیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ان کا سوال یہ ہے کہ اگر پابندی نہیں تھی تو اس کی وجہ کیا تھی؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! لگتا ہے کہ مجھے ان کو سارے figures دینے پڑیں گے۔ پچھلے پانچ سال سے 2.5 سے زیادہ گندم آج تک کبھی procure ہوئی ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ پچھلے پانچ سال کا ریکارڈ نکال کر دیکھ لیں اگر ان کے پاس نہیں ہے تو میں ان کو provide کر دوں گا کہ 2.5 سے زیادہ آج تک procure نہیں ہوئی۔ صرف ایک سال 2000 کا تھا جس میں بہت bumper crop تھی اس میں یہ 60 لاکھ تک بھی چلی گئی تھی جس کی وجہ سے بہت عجیب سی صورتحال پیدا ہو گئی تھی۔ یہ ایک ہی ratio سے چل رہی ہے، ہر آنے والے سال، آبادی کے تناسب سے اور مزید ضرورت کے مطابق اس میں enhancement ہوتی رہتی ہے اور اس کی requirement بڑھتی رہتی ہے۔ لہذا ہر سال ہمیں نئی پالیسی بنانی پڑتی ہے اور اس سال جو پالیسی بنے گی وہ بھی ان کے سامنے آ جائے گی۔ یہ نہیں کہ اس وقت بہت زیادہ crop تھی۔ یہ 2.5 اس دفعہ

بھی ہوئی ہے، 2.5 پچھلے سال بھی تھی اور اس سے پچھلے سال بھی تھی تو وہ ایک ہی تناسب سے چل رہا ہے اس میں کوئی ایسا فرق نہیں تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ اگلا سوال راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ) کا ہے۔

راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 465 ہے اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اس کا جواب پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

صوبہ میں آٹے کی قلت اور قیمت میں کمی کے اقدامات

*465: راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ): کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) موجودہ حکومت صوبہ بھر میں آٹے کی قلت دور کرنے اور آٹے کی قیمت میں کمی کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(ب) پچھلے چھ ماہ میں آٹے کی قلت اور آٹے کی قیمت میں اضافہ کی وجوہات کیا ہیں، تفصیلاً بتایا جائے؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) موجودہ حکومت نے اپنے دور آغاز سے ہی صوبہ بھر میں آٹے کی قلت کو دور کرنے کے لئے بھرپور اقدامات اٹھائے اور فلور ملوں کو اوپن مارکیٹ میں آٹے کے تھیلے کی دستیابی کو یقینی بنانے کے لئے مکمل monitoring کا نظام اپنایا۔ جس سے صوبے کے تمام اضلاع میں روزانہ کی بنیاد پر وافر مقدار میں آٹا تھیلا کی سپلائی کا بندوبست کیا گیا ہے نیز ضلعی حکومتوں کے ذریعے آٹے کے تھیلے کی اوپن مارکیٹ میں دستیابی اور مقررہ نرخوں پر فروخت کی مستقل بنیادوں پر نگرانی کے لئے عملہ کو مامور کر رکھا ہے۔ اس کے علاوہ خصوصی مقرر کردہ سیل پوائنٹس پر تھیلا آٹا ٹرکوں کے ذریعے روزانہ پرچون نرخ فی تھیلا 20 کلوگرام -/375 روپے پر فروخت کروایا جا رہا ہے۔ ان اقدامات سے آٹا ہر جگہ دستیاب ہے اور حکومت کے مقرر کردہ نرخ پر فروخت ہو رہا ہے۔

(ب) یہ درست نہ ہے کہ پچھلے چھ ماہ میں آٹے کی کوئی قلت پیدا ہوئی یا آٹا تھیلا کی قیمت میں کوئی اضافہ ہوا ہے آٹے کی قیمتوں میں اضافہ کے آثار ضرور ظاہر ہوتے تھے۔ حکومت پنجاب

نے آٹے کی دستیابی اور مقررہ نرخوں پر فروخت کا مناسب monitoring نظام قائم کر رکھا ہے۔ اس لئے آٹا گورنمنٹ کے مقررہ نرخوں۔ /365 روپے فی 20 کلوگرام تھیلا سابق مل اور /375 روپے پرچون نرخ پر وافر دستیاب ہے۔ تاہم اگر کسی جگہ آٹے کی مصنوعی قلت کا کوئی اکادکا واقعہ رپورٹ ہوتا ہے تو اس پر فوری کارروائی کی جاتی ہے اور آٹے کی فراہمی میں مزید اضافہ کر کے منافع خوروں کے مذموم مقاصد کو ناکام بنا دیا جاتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟

راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال کوئی نہیں ہے لیکن میں صرف ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جو آٹے کا green bag متعارف کروایا جا رہا ہے اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر خوراک!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس سوال میں green bag کا ذکر تو نہیں تھا لیکن اگر میرے فاضل ممبر نے ایک point raise کیا تو بتاتا ہوں۔ اس کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی کہ ابھی ہمارا معاشرہ جس کو ہم good governance کے تحت چلانا چاہتے ہیں اور جو آٹا ہم تندوروں کو سپلائی کر رہے ہیں اس پر 170 روپے subsidy per bag دیتے ہیں۔ وہاں سے شکایت مل رہی تھی کہ یہاں سے آٹا leakage ہو رہا ہے۔ کچھ لوگ ابھی تک اپنے آپ کو قانون کے دائرے میں نہیں سمجھ رہے ہیں اور وہ باہر فروخت کر رہے ہیں۔ لہذا فرق رکھنے کے لئے white bag اور green bag ہے۔ green bag جس میں ہم subsidy دے رہے ہیں ہم نے اس لئے بھی introduce کروایا ہے تاکہ اس کی movement کا بھی پتا چل سکے اور جو سپلائی لے کر جاتا ہے اسے بھی پتا چلے کہ یہ سپلائی وہ ہے جس پر subsidy دی گئی ہے۔ یہ عوام کی سہولت کے لئے بھی ہے اور جو corruption کا عنصر شامل تھا اس کو روکنے کے لئے بھی ہے۔

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد شفیق خان: جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے وزیر موصوف سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو monitoring کا نظام وضع کیا گیا ہے اس کی تفصیل دے دیں۔ دوسرا یہ کہ جز (الف) میں بیس کلو گرام آٹے کے تھیلے کی قیمت 375 روپے مقرر کی گئی ہے، 20 کلو گرام آٹے کے تھیلے کی قیمت 420 روپے ہے جو پرچون میں فروخت ہو رہا ہے۔ اسی سوال کے جز (ب) میں آٹے کا فیکٹری ریٹ 365 روپے بتایا گیا حالانکہ وہ 410 روپے ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ سوال 5۔اگست 2008 کو وصول ہوا ہے تو میرا خیال ہے کہ یہ اس وقت کا ریٹ بتا رہے ہیں۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! بالکل ایسا ہی ہے۔ یہ جواب اگست کا print ہوا ہے اس وقت یہی قیمت تھی، بعد میں قیمت کو تبدیل کیا گیا ہے۔ اس وقت فیکٹری ریٹ 410 روپے اور پرچون ریٹ 420 روپے ہے۔ دوسرا آپ نے monitoring کے طریق کار کے بارے میں پوچھا ہے تو جب ہماری procurement شروع ہوتی ہے تو اس procurement کو ensure کرنے کے لئے کہ ہم گندم maximum اکٹھی کر سکیں اور اپنے سٹور میں جمع کر سکیں تو اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے district wise دفعہ 144 کے تحت کوشش کرتے ہیں کہ جو ضلع میں گندم موجود ہے وہ ہمارے سنٹر سے فروخت ہو، ضلع سے فروخت نہ ہو۔ جو سمگلر اور holders باہر ملکوں سے آتے ہیں اور وہ کھڑی crop کی payment کر کے زمیندار کو خرید لیتے ہیں کہ یہ اب ہماری crop ہو گئی ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اپنے صوبے کے بارے میں سوچنا پڑتا ہے کہ یہاں کے 8 کروڑ عوام۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سیال صاحب! باتیں کرنے کے لئے لابی بنی ہے اگر زیادہ important بات ہے تو باہر لابی میں تشریف لے جائیں۔

جناب نجف عباس خان سیال: ٹھیک ہے۔ sorry sir

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! جو یہاں crop پیدا کی جاتی ہے اس پر 8 کروڑ عوام کا پہلے حق ہے لہذا ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہم procurement کے ٹارگٹ کو achieve کریں اور اس کے لئے ہمیں جو اقدامات اٹھانے پڑتے ہیں خواہ وہ district level پر ہوں، خواہ وہ

موٹروے پر ہوں، خواہ وہ ہائی وے پر ہوں وہ ہم اٹھاتے ہیں تاکہ وہ گندم سمگلروں کے ہاتھوں سے نکل کر ہمارے پاس آ جائے۔ یہ بھی پتا ہونا چاہئے کہ جو چھ ماہ کا عرصہ ہوتا ہے اس میں مل والوں کے پاس بھی گندم نہیں ہوتی اور سٹور میں بھی نہیں ہوتی تو سارا کا سارا انحصار Food Department پر ہوتا ہے اور Food Department یہ گندم دینے کا پابند ہوتا ہے۔ لہذا اس کو اس طرح سے monitor کر کے سارے سال کے لئے manage کیا جاتا ہے۔

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رائے صاحب!

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! آج چونکہ گندم کی relevant policy پر بھی questions ہیں تو پاکستان میں ہر تاجر طبقے کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کو پاکستان کی تمام مارکیٹ میں access حاصل ہے۔ زمیندار ایک ایسا طبقہ ہے جس کو اپنے ملک کے اندر بھی تمام مارکیٹوں میں access حاصل نہیں ہے۔ میں وزیر خوراک کی بات میں یہ add کرنا چاہتا ہوں کہ ہم زمینداروں کو یہ حق دیا جائے کہ ہم بھی اپنی جنس اور گندم صوبے اور ملک کی کسی بھی مارکیٹ میں جاکر اپنی مرضی سے بیچ سکیں۔ حکومت competition میں آکر ہم سے گندم خریدے۔ جہاں ہم زمینداروں پر taxation کی بات ہوتی ہے وہاں پہلے ہمیں یہ حق بھی تو دیا جائے کہ ہم بھی عام تاجروں کی طرح، عام طبقے کی طرح کسی بھی مارکیٹ میں جاکر اپنی اجناس کو فروخت کر سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کا سوال کیا ہے؟

رائے محمد شاہجہاں خان: جناب سپیکر! کیا وزیر موصوف یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ اگلی بار زمینداروں کو ملک کی تمام مارکیٹوں میں access دی جائے گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر موصوف!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے بہت اچھی بات کی ہے۔ اس وقت جو fix prices کی جاتی ہیں وہ اسی چیز کو مدنظر رکھ کر کی جاتی ہیں کہ اگر ہمارے زمینداروں کو نقصان ہو رہا ہے یعنی support price کا مطلب ہی یہ ہے کہ calculation کی جاتی ہے کہ گندم پر فی ایکڑ کتنا خرچہ آ رہا ہے اس کے مطابق calculate کر کے ایسی قیمت fix کی جاتی ہے جس سے زمینداروں کو نقصان سے بچایا جا سکے۔ اس وقت اگر دیکھیں کہ قیمت 950 روپے

فی من رکھی گئی ہے، یہ پاکستان کی تاریخ میں سب سے بڑی قیمت رکھی گئی ہے اور خالصتاً زمینداروں کو support کرنے کے لئے اور ان کو مسائل سے نکالنے کے لئے رکھی گئی ہے۔ میں ان کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ اس وقت دنیا میں گندم کی قیمت کافی کم ہو چکی ہے اور ہمیں بہت امید ہے کہ اس دفعہ انشاء اللہ زمیندار کو یہ پریشانی نہیں ہوگی کہ اگر ہم اپنی گندم باہر لے جاتے تو ہمیں زیادہ ریٹ مل جاتا اور یہاں ہمیں کم ریٹ مل رہا ہے۔ میں on the floor of the House یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس دفعہ گندم کا target بھی achieve کیا جائے گا اور زمیندار بھی خوشحالی سے اپنا کام کرے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میرا خیال ہے کہ اس پر کافی بات ہو چکی ہے۔ جی، محترمہ آمنہ الفت!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جواب کے جز (ب) کو اگر پڑھا جائے تو محکمے نے بالکل واضح طور پر لکھا ہے کہ یہ درست نہ ہے کہ پچھلے چھ ماہ میں آٹے کی کوئی قلت پیدا ہوئی ہے یا آٹے کے تھیلا کی قیمت میں کوئی اضافہ ہوا ہے، آٹے کی قیمتوں میں اضافہ کے آثار ضرور ظاہر ہوئے تھے۔ حکومت پنجاب نے آٹے کی دستیابی اور مقررہ نرخوں پر فروخت کا مناسب monitoring نظام قائم کر رکھا ہے، اس لئے آٹا گورنمنٹ کے مقررہ نرخوں -/365 روپے فی 20 کلو گرام تھیلا Ex Mill اور -/375 روپے پرچون نرخ پر وافر دستیاب ہے۔ تاہم اگر کسی جگہ آٹے کی مصنوعی قلت کا کوئی اکا دکا واقعہ رپورٹ ہوتا ہے تو اس پر فوری کارروائی کی جاتی ہے اور آٹے کی فراہمی میں مزید اضافہ کر کے منافع خوروں کے مذموم مقاصد کو ناکام بنا دیا جاتا ہے۔ ابھی وزیر موصوف دہائی دے رہے تھے کہ آٹے کی قلت ہے، بحران ہے اور یہ سب کچھ ہمارے کھاتے میں ڈال رہے تھے جبکہ محکمہ یہ کچھ کہہ رہا ہے۔ اگر محکمے کا جواب غلط ہے تو پھر براہ مہربانی محکمے کو، کیونکہ یہ ایوان کے استحقاق کا معاملہ ہے کہ محکمے نے جواب غلط کیوں دیا، اگر وزیر موصوف نے جواب غلط دیا ہے تو پھر وہ ڈاکٹر سامیہ امجد والی بات میں کہوں گی کہ سوال کو pending کریں اور وزیر کو suspend کریں کیونکہ یہ آپ کے سامنے proof موجود ہے کہ اس میں سے ہم کس بات کو سچ سمجھیں کیا ہم وزیر موصوف کی بات کو سچ سمجھیں؟ محکمے کی بات کو سچ سمجھیں یا media کی بات کو سچ سمجھیں، اس کو سچ سمجھیں، میڈیا کی بات کو سچ سمجھیں، عوام کے واویلے کو سچ سمجھیں؟ خدارا! کچھ تو سچ بولیں، کچھ تو حق کہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ کی بات ہو گئی ہے۔ جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! جن سوالوں کے میں نے جواب دیئے ہیں اور سب نے اس ایوان میں دیکھا ہے کہ انہوں نے کتنا سچ بولا ہے اور کتنی facts and figures کے ساتھ بات کی ہے تو یہ پہلے خود دیکھ لیں کہ ہم facts and figures کیا دے رہے ہیں اور جواب کیا آ رہا ہے، انہوں نے ایک بات بھی facts and figures کے ساتھ پیش نہیں کی۔ ابھی تو یہ پرویزالٰہی صاحب کے بارے میں کہہ رہے تھے کہ وہ 3 لاکھ ٹن گندم چھوڑ کر گئے ہیں۔ یہ on the record بات لے آئیں، یہ پورا پریس دیکھ رہا ہے، یہ پورا ہاؤس دیکھ رہا ہے، انہوں نے اتنی غلط بات کی ہے۔ انہیں بتائیں یہ suspension کی بہت بات کرتے ہیں یہ پہلے اپنا موازنہ کر لیں اس کے بعد کسی کو suspend کرنے کی بات کریں۔ دوسری بات یہ جو آپ نے کی ہے کہ آٹے کی جو قلت رہی ہے اور کیا ہوتا رہا ہے تو ان سب حضرات کو پتا ہے کہ جب ہماری حکومت نہیں تھی اس وقت سے پیشتر اس میں problems رہی ہیں اس کے بعد جب ہماری حکومت آ گئی اور وزیر اعلیٰ صاحب نے مکمل طور پر اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے اپنا کام شروع کیا ہے تو اس کے بعد یہ problems آہستہ آہستہ slow down ہوتی گئیں اور slow down ہوتے ہوئے اب الحمدللہ ایسی پوزیشن میں آ گئے ہیں کہ اس وقت کوئی problems نظر نہیں آ رہی لیکن اس کے باوجود یہاں پر لکھا گیا ہے کہ اگر اِکا دُکا واقعات ہوتے ہیں تو اس کو ضرور sort out کیا جاتا ہے اور اس کو ہمیں کرنا چاہئے۔ لہذا یہ خود تو کسی facts and figures کے ساتھ بات کرتے نہیں ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ان سب کو suspend کر دیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، غزالہ سعد رفیق صاحبہ!

محترمہ غزالہ سعد رفیق: جناب سپیکر! میرا وزیر موصوف صاحب سے ایک ضمنی سوال ہے کہ ابھی پچھلے ایک سال میں آٹے کی جو بدترین قلت پیش آئی ہے، آپ ہی کے دور کی بات کر رہی ہوں۔

محترمہ سامیہ امجد: جی، آپ کے ہی دور میں۔۔۔

محترمہ غزالہ سعد رفیق: cross talk نہیں کرنی۔ میں محکمہ فوڈ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کیا وہ لوگ جو اس سارے گھناؤنے جرم میں ملوث تھے، جو سمگلنگ کر رہے تھے یا جنہوں نے آٹے کو سٹور کر کے اس کی قلت پیدا کی اور غریب عوام تک وہ آٹا نہیں پہنچ سکا کیا آپ کے محکمے نے ان کے خلاف کوئی کارروائی کی ہے اور اگر نہیں کی تو اس کی کیا وجہ ہے، کیا ان لوگوں کا چہرہ عوام کے سامنے

نہیں آنا چاہئے جو عوام کے منہ سے روٹی کا نوالہ بھی چھیننا چاہتے ہیں، کیا آپ کے محکمے کی ذمہ داری میں یہ آتا ہے کہ آپ ان کو پکڑیں اور ان کو کیفر کردار تک پہنچائیں؟ مجھے اس کا جواب چاہئے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ جو انہوں نے بات کی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جو غیر قانونی کام کرتا ہے، اس کے خلاف بھی کارروائی ہوتی ہے، جو ہولڈنگ کرتا ہے اس کے خلاف بھی کارروائی ہوتی ہے، جو سمگلنگ کرتا ہے اس کے خلاف بھی کارروائی ہوتی ہے اگر یہ اس کی detail چاہتی ہیں تو وہ میں ان کو provide کر دوں گا باقی یہ action تو لیا جاتا ہے اور وہ گھناؤنے چہرے بھی انشاء اللہ سامنے آ جائیں گے اور کچھ آ بھی چکے ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ایک گھنٹے سے جو بحث چل رہی ہے اس میں کافی گھناؤنے چہروں کا ذکر آ چکا ہے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! یہ وزیر موصوف نے ابھی جو کہا ہے کہ 'اکا دکا' واقعات ہیں۔ یہ ساری عوام جانتی ہے کہ پچھلے ایک سال میں جو ابھی اتنے serious crisis تھے اگر یہ اِکادُکا واقعات ہیں تو یہ اس کا proof دے دیں۔ یہ "اِکادُکا" نہیں ہیں ہزاروں کے حساب سے عوام آٹے کی قلت کی وجہ سے سڑکوں پر آ کر رو رہی تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ Privilege Committee کو دیا جائے کیونکہ یا تو یہ جواب غلط ہے یا وزیر موصوف صاحب غلط فرما رہے ہیں تو جو بھی صحیح بات ہے وہ بتائی جائے اور یہ Privilege Committee کے سُپرد کیا جائے۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں تو بہت خوش ہوں کہ انہوں نے یہ بات کی ہے کہ یہ غلط بات آ رہی ہے یہ تو میرا خیال ہے کہ پورا ہاؤس اس بات کا گواہ ہے اور پریس بھی انشاء اللہ اس بارے میں decide کرے گا کہ کون غلط بات کر رہا ہے اور کون سُنی سنائی باتیں کر رہا ہے اور گھناؤنے کردار کی بات کر رہا ہے۔ گھناؤنی باتیں بہت ہو چکی ہیں، relevant بات کریں جس میں کسی قوم کا فائدہ ہو، اس ملک کا فائدہ ہو۔ یہاں پر یہ بار بار یہی بات کر رہے ہیں کہ یہ کیا ہوا ہے؟ یہ اپنی detail لے کر آ جائیں جنہوں نے کیا ہے اور وہ سیاہ چہرے سامنے لے آئیں ان کے خلاف ایکشن لے لیں گے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! یہ کہہ رہے ہیں کہ "اِکادُکا" واقعات ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بات صرف اتنی سی ہے کہ جو سوال تھا آپ اس سوال کو پڑھ لیں اور جواب پڑھ لیں۔اس پر کافی بحث ہو چکی ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! Contradictions point out کی جا رہی ہیں۔ یہ جواب کہہ رہا ہے کہ "اِکا دُکا" واقعات ہوئے ہیں۔"اِکا دُکا" بڑا ایک simple سا لفظ ہے۔"اِکا دُکا" کا مطلب آپ ہمیں تشریح کر دیں۔ہماری جو محدود تعلیم ہے وہ تو اِکا دُکا کو بہت limited کہتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی،اس میں تو انہوں نے بہت clear بات کی ہے۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! یہ "اِکا دُکا" کا مطلب نہیں سمجھتے؟ "اِکا" کا مطلب ہے "ایک" اور "دُکا" کا مطلب ہے "دو"۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! کیا صرف ایک دو واقعات ہوئے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر آپ اس کا جواب پڑھ لیں،اس میں لکھا ہوا ہے۔اس میں انہوں نے یہ کہا ہے کہ "اِکا دُکا" واقعات ہوئے ہیں۔پھر یہ بات آ گئی کہ جن لوگوں نے کئے ہیں ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! انہوں نے کہا ہے کہ "اِکا دُکا" واقعات ہوئے ہیں۔پلیز! اس محکمے کی کھچائی کریں۔اس کو Privilege Committee کے سپرد کریں۔یہ اتنا غلط جواب ہے کہ جس کی گواہی میڈیا بھی دے گا،ایک ایک ممبر بھی دے گا،آپ کے لوگ بھی دیں گے۔وزیر موصوف ایک گھنٹے سے تقریر کر رہے ہیں کہ بحران تھا،قلت تھی،مجھے بتائیں کہ پھر محکمہ کا یہ جواب کیوں آیا ہے؟ پلیز! محکمے کو Privilege Committee کے سپرد کریں۔اس کے اوپر ruling آنی چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اس میں بات صرف اتنی سی ہے کہ جو بات یہاں سے آ رہی ہے وہ یہ آ رہی ہے کہ جس طرح یہاں سے فرمایا گیا ہے کہ پہلے بہت بحران تھا پوری عوام نے دیکھا ہے کہ آٹے کی قلت تھی جبکہ جواب میں یہ لکھا گیا ہے کہ "یہ درست نہ ہے کہ پچھلے 6 ماہ میں آٹے کی قلت پیدا ہوئی۔" صرف اس بات کی وہ clarification چاہتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں نے ان کو بڑے واضح طور پر یہ بتایا تھا کہ جو غلط پالیسی بنائی گئی تھی اس کے تحت بہت سی problems create ہوئی تھیں جن کے تحت یہ چیزیں سامنے آئی تھیں۔(شور و غل)

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ "اِکا دُکا" واقعات ہوئے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: problems علیحدہ چیز ہیں۔ "اِکا دُکا" واقعات علیحدہ ہیں۔! Let him talk

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! اس میں بہت سی problems آئی تھیں اور جب اس حکومت نے چارج لیا ہے اور اس کے بعد یہ کام کرنا شروع کیا ہے اس کے بعد یہ چیزیں آہستہ آہستہ minimize ہوتی گئی ہیں۔ الحمد للہ اب کوئی ایسی صورتحال نہیں ہے۔ یہ جیسے ابھی یہاں پر بات کر رہے تھے کہ یہاں پر آٹے کا 375 روپے ریٹ لکھا ہوا ہے تو جب یہ جواب چھپا تھا یہ آج سے 6 ماہ پیشتر کا جواب ہے اس لحاظ سے latest جو بات کی جا رہی ہے وہ میں ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ latest اس وقت کوئی پوزیشن نہیں ہے، جو پچھلے واقعات ہیں اس پر اگر کوئی ایسے ٹھوس ثبوت ہیں جن سے یہ problems create ہوئی ہیں تو یہ وہ میرے پاس لے آئیں ہم اس کو بیٹھ کر sort out کر لیں گے۔ ایک گھنٹہ تو انہوں نے دو سوالوں پر لگا دیا ہے ان کے پاس اور بات کرنے کے لئے کچھ ہے ہی نہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں آپ کی بات سے پہلے صرف یہ بات کروں گا کہ جب ایک فاضل ممبر یا منسٹر بات کر رہے ہوں تو decorum of the House یہ ہے کہ سارے بیٹھ کر بات سنتے ہیں۔ آپ completely ان کی بات کے درمیان کھڑی رہی ہیں۔ دیکھیں! میں آپ کو ہمیشہ floor دیتا ہوں۔ اپوزیشن اور حکومتی ارکان سب میرے لئے برابر ہیں اور میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ میں سب کو ساتھ لے کر چلوں۔ جو کچھ ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے اور جو اس ایوان کی روایات ہیں ان کو ہم نے ساتھ رکھنا ہے۔ ہمارے بہت سینئر ممبر ناظم شاہ صاحب بیٹھے ہیں، پچھلی اسمبلی میں بھی یہ ہمیں بہت guide کرتے رہے ہیں۔ بات کرنے کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ہم نے ایوان کی اعلیٰ روایات کو برقرار رکھنا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اگر کہیں غلطی ہوئی ہے تو میں معذرت خواہ ہوں۔ میں صرف غلط جواب آنے پر ضرور تھوڑی سی جذباتی طور پر بکھر سی جاتی ہوں، میرا بلڈ پریشر بھی ہائی ہو جاتا ہے۔ جب ہم حق کو حق اور سچ کہنا سیکھیں گے تب ہی ہم آگے کی طرف بڑھیں گے۔ یہ ہمارے رویوں کا بحران ہے، یہ آٹے کا بحران نہیں ہے۔ ہمیں رویے درست کرنے چاہئیں اور سچ بولنا چاہئے۔ یہ جواب

غلط ہے۔اس کو انہیں غلط تسلیم کر لینا چاہئے۔یہ Privilege Committee کو چلا جانا چاہئے، محکمہ سے بھی پوچھا جائے، وزیر موصوف اگر غلط کہہ رہے ہیں تو ان کو بھی اپنی اصلاح کرنی چاہئے۔ہم کب تک ڈھٹائی پر لگے رہیں گے اور لکیر کے فقیر بنے رہیں گے، ہم کب اپنے رویوں میں تبدیلی لائیں گے؟ یہ معزز ایوان ہے، ایک ایک ممبر جو ہے اس کی طرف کروڑوں عوام کی نگاہیں ہیں اگر ہم جھوٹ کو جھوٹ نہیں کہیں گے تو کون کہے گا؟ یہاں میرے بھائی بات کر رہے تھے قانون کی، قانون کے دائرے کی۔چودھری غفور صاحب میرے بھائی ہیں سب سے زیادہ جو طوفان انہوں نے رائیونڈ میں اٹھایا ہوا ہے جو کچھ وہاں قبضہ گروپ نے کیا ہوا ہے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: This is not relevant. آپ نے ضمنی سوال پوچھنا ہے اور ضمنی سوال سے متعلق بات کریں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ غلط ہے، اس کو سب accept کریں اور اس پر کارروائی کی جائے۔

محترمہ یاسمین خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔یاسمین صاحبہ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟

محترمہ یاسمین خان: جناب سپیکر! If I am wrong تو آپ مجھے correct کر دیں۔آٹے کی قلت کی وجہ سے ہمیں کافی آٹا import کرنا پڑ رہا ہے specially from Russia

جناب ڈپٹی سپیکر: اس طرح کی بات کا تو منسٹر صاحب ہی جواب دیں گے۔Let him talk.

محترمہ یاسمین خان: جناب سپیکر! میں منسٹر صاحب سے ہی سوال کر رہی ہوں۔25 فیصد جو ہے وہ ہمارے پنجاب میں ہو رہا ہے اس کی وجہ جو میرے سننے میں آئی ہے If I am wrong please correct me. کہ کافی سارا آٹا frontier اور افغانستان میں بھی جا رہا ہے جس کی وجہ سے We are having a shortage in Punjab. اس کا جواب مجھے منسٹر صاحب دے دیں کہ یہ shortage کیوں آ رہی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: ساجدہ میر صاحبہ! اگر کوئی بات ہے تو آپ بھی ساتھ ہی کر لیں۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے موقع دیا اور جس issue پر بحث ہوئی ہے میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک اہم issue بھی ہے اور ان چیزوں پر ہمیں بحث بھی کرنی چاہئے۔میری بہن آمنہ الفت صاحبہ نے بڑی بات کی اور کبھی منسٹر کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا لیکن میں سمجھتی ہوں کہ

اس میں آنے والے وقت میں حکومت پنجاب نے کیا middle man کا role ختم کرنے کے لئے جو غلہ منڈیوں کے چیئرمین یا مارکیٹ کمیٹی کے صدر ہیں ان پر بھی کچھ غور کریں۔ غزالہ سعید رفیق نے جو ضمنی سوال کیا کہ محکمہ کارروائی کرے لیکن اس کے بارے میں کیا خیال ہے کہ مڈل مین کا role ختم ہو جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ نظام بہتری کی طرف جائے گا۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر!۔۔۔

ملک غلام عباس راں: جناب سپیکر! میرا سوال بھی اسی سے متعلقہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میرا خیال ہے کہ آپ اکٹھے ہی سب سوالوں کے جواب دے دیجئے گا۔

ملک غلام عباس راں : جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کیا وزیر موصوف صاحب ہمیں یہ بتائیں گے کہ ابھی گندم کی فصل کی کٹائی ہونے والی ہے اور نئی گندم آنے والی ہے۔ اس کے لئے گورنمنٹ نے خریداری مراکز قائم کئے ہیں یا اس کا بھی حشر وہی ہوگا جو دھان اور چاول کی فصل کا ہوا ہے، اگر ضلع کی سطح پر کسی کی گندم گورنمنٹ نہیں لیتی یا گورنمنٹ کے نمائندے نہیں لیتے تو وہ کس کے پاس شکایت لے کر جائیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب! آپ بھی بات کریں۔

چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! question hour کا ٹائم ختم ہو گیا ہے اور میرا next question تھا وہ نہیں آسکا تو میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میرے دو سوال ہیں وہ بھی pending فرمادیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں! بالکل ٹھیک ہے اور آپ کا سوال بھی pending کیا جاتا ہے۔ میاں صاحب اور نوید انجم صاحب منسٹر صاحب! جواب دے دیں تو میں آپ کی بات بھی سن لیتا ہوں۔ جی، منسٹر صاحب!

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر ابھی جو فاضل ممبران نے باتیں کیں اور واقعی میں آمنہ الفت صاحبہ سے agree کروں گا کہ یہ "اِکا دُکا" واقعات نہیں تھے اور اس میں کچھ واقعات زیادہ تھے۔ اس میں انشاء اللہ ہم سب مل کر اس کو بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش کریں گے۔ دوسری بات جو فوڈ سنٹر کی ہے کہ پہلے جیسا حشر ہو گا یا اس دفعہ کچھ بہتر حالات پیدا کئے جائیں گے تو اس کی پالیسی بنائی جا رہی ہے۔ جیسے ہی مارچ کا مہینہ آئے گا اس میں وہ پالیسی واضح ہو جائے گی۔ ہمیں جہاں مزید سنٹر کی ضرورت ہے اس کو بڑھا بھی رہے ہیں اور پچھلے سال جس جگہ پر ہم نے دیکھا کہ وہاں پر انتظامات صحیح طریقے سے نہیں ہوئے ہیں تو اس کو بہتری کی طرف لا رہے ہیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔ جی، میاں نصیر صاحب! آپ پہلے بات کر لیں۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

محکمہ خوراک پنجاب کا صوبہ سرحد اور افغانستان کو آٹا سپلائی کرنے کا معاملہ

*853: محترمہ طلعت یعقوب: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا محکمہ خوراک پنجاب نے سال 2006 تا 2007 صوبہ سرحد کو سرکاری طور پر آٹا سپلائی کیا، اگر ہاں تو کتنا؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ غیر قانونی طور پر صوبہ سرحد اور افغانستان کو آٹا سپلائی کیا جا تا رہا ہے، اگر ہاں تو غیر قانونی طور پر کتنا پکڑا گیا اور سپلائی کرنے والی ملز مالکان اور سپلائرز کے نام اور ان کے خلاف کی گئی کارروائی کی تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) محکمہ خوراک پنجاب نے سال 2006تا2007 میں صوبہ سرحد کو سرکاری طور پر آٹا سپلائی نہیں کیا۔

(ب) 2006تا2007 میں آٹا کی سپلائی پر بین الصوبائی پابندی نہ تھی۔

پنجاب میں شوگر ملوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*854: محترمہ طلعت یعقوب: کیاوزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پنجاب میں کتنی شوگر ملز کہاں کہاں واقع ہیں اوران کے مالکان کے نام کیا ہیں؟

(ب) مذکورہ ملز نے سال 2005 سے آج تک کتنا گنا، کتنی مالیت میں خرید کیا؟

(ج) ہر مل کا مذکورہ سالوں کا کتنا شوگر سیس بنا ہے، کتنا حکومت کو جمع کروایااور کتنی ملز کا سیس ابھی بقایا ہے نیز بقایا سیس لینے کے لئے کیا اقدامات کئے گئے ہیں؟

(د) کیا ہر مل نے کاشتکاروں کو مذکورہ سالوں کی پوری ادائیگی کر دی ہے، اگر نہیں تو ابھی تک کتنی ادائیگی کرنی ہے، مل وار تفصیل بیان کی جائے؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) پنجاب میں کل 44 شوگر ملز واقع ہیں جن میں ایک شوگر مل (گنج بخش شوگر ملز) جو تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ میں واقع ہے اپنی تاریخ نیلامی 2001 سے تاحال کام نہیں کر رہی ہے۔ تمام ملز کے جائے وقوع اور مالکان کی تفصیل منسلکہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) مذکورہ شوگر ملز کے خرید کردہ گنا اور اس کی تفصیل منسلکہ (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) پنجاب کی تمام شوگر ملز سوائے گوجرہ سمندری شوگر مل، شوگر سیس خزانہ سرکار میں جمع کروا دیا ہے۔ منسلکہ (ج) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے، گوجرہ سمندری شوگر ملز کو پورا شوگر سیس جمع نہ کروانے پر شوکاز نوٹس جاری کیا گیا ہے منسلکہ (د) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے، جس میں مذکورہ ملز کو 2008-07-18 تک جواب داخل کرنے کا کہا گیا تھا مگر ملز انتظامیہ نے مذکورہ تاریخ کو شوکاز نوٹس کا جواب جمع کروا دیا ہے جس میں ملز انتظامیہ نے

وقت پر شوگر سیس جمع نہ کرانے کی تفصیل سے وجہ بیان کی ہے۔ ملز انتظامیہ کے جواب کو مدنظر رکھتے ہوئے مذکورہ ملز کو ایک ماہ کے اندر 08-08-18 تک بقایا شوگر سیس جمع کرانے کا وقت دیا ہے۔ مذکورہ تاریخ کے بعد ملز کو قانون کے مطابق جرمانہ کر دیا جائے گا۔

(د) پنجاب میں کام کرنے والی کل 43 ملز میں سے 27 شوگر ملز نے گنے کی قیمت کے تمام واجبات ادا کر دیئے ہیں واجبات کی تفصیل منسلکہ (د) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

گنے کے کاشتکاروں کو رقوم کی ادائیگی

*1045: ڈاکٹر زمرد یاسمین رانا: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومتی دباؤ کے پیش نظر شوگر ملز مالکان نے گنے کے کاشتکاروں کو چار چار ماہ بعد کی تاریخوں کے چیک تھما دیئے ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ ملز مالکان نے حکومت کو چینی اٹھانے کے لئے کہا ہے اور اس طرح ملز مالکان حکومتی ادائیگی سے گنے کے کاشتکاروں کو بھگتانا چاہتے ہیں؟

(ج) حکومت گنے کے کاشتکاروں کو بروقت ادائیگی کے لئے آئندہ سے کیا حکمت عملی وضع کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

جواب عرض ہے کہ:

(الف) حکومت پنجاب کے علم میں ایسی کوئی شکایت نہ ہے اگر کہیں ایسا ہوا ہے تو یہ ملز مالکان اور کاشتکاروں کی باہمی رضامندی سے ہوا ہوگا۔ حکومت پنجاب اس کی ذمہ دار نہ ہے۔

(ب) ملز سے چینی حکومت پاکستان، ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان کے ذریعے خریدتی ہے جو کہ وفاقی حکومت کا مسئلہ ہے، حکومت پنجاب سے ملز مالکان کی ایسی کوئی بات نہ چل رہی ہے اور نہ ہی حکومت پنجاب ملز مالکان سے چینی خریدتی ہے۔

(ج) حکومت پنجاب نے گنے کے کاشتکاروں کو بروقت ادائیگی کے لئے پنجاب شوگر فیکٹری کنٹرول ایکٹ اور رولز میں نئی ترمیم کے لئے وزیر اعلیٰ پنجاب کو سمری بھیجی ہوئی ہے جس کے مطابق کین پرچیز رسید (سی پی آر) کو نگوشی ایبل انسٹرومنٹ (negotiable

(instrument قرار دلوایا جائے گا تاکہ ڈیفالٹر ملز کے خلاف پرچہ کروایا جا سکے اور گنے کی قیمت کی ادائیگی کو یقینی بنایا جا سکے۔

لاہور میں فلور ملز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1481: جناب وسیم قادر: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) لاہور میں کتنی فلور ملز ہیں اور کہاں کہاں واقع ہیں؟

(ب) لاہور کی فلور ملز کو آبادی کے لحاظ سے کتنی گندم دی جاتی ہے، تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ لاہور میں فلور ملز ہونے کے باوجود آٹے کی قلت ہے، وجہ بیان فرمائیں؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ کچھ ملز کا آٹا ناقص ہے، حالانکہ ریٹ سب ملز کا ایک ہے؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) ضلع لاہور میں 41 فلور ملز واقع ہیں، ان میں 38 فلور ملز فنکشنل ہیں ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) لاہور کی فلور ملز کو آبادی کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے گندم جاری کی جاتی ہے۔آج کل تقریباً 20000 بوری سے زائد گندم روزانہ جاری کی جا رہی ہے جو کہ لاہور کی آبادی کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے کہ لاہور میں آٹے کی قلت ہے مورخہ 12-10-2008 کو اتوار بازاروں میں 73800 تھیلا آٹا فراہم کیا گیا جس میں سے 27801 تھیلے فروخت نہ ہوئے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ لاہور میں آٹے کی قلت نہ ہے۔

(د) محکمہ خوراک کوالٹی کے بارے میں خصوصی توجہ دیتا ہے۔مارکیٹ میں دستیاب آٹے کا نمونہ وقتاً فوقتاً گیا جاتا ہے اور تجزیاتی لیبارٹری میں نمونہ کا تجزیہ کروایا جاتا ہے۔اگر کسی کا نمونہ فیل ہو جائے تو کیس متعلقہ عدالت کو دے دیا جاتا ہے۔

تحصیل بھلوال میں گندم کے گوداموں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1696: محترمہ زوبیہ رباب ملک: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل بھلوال میں گندم کو سٹور کرنے کے گودام کس کس جگہ ہیں اور ان میں کتنی گندم سٹور کی جاسکتی ہے؟

(ب) اس وقت ان گوداموں میں کتنی گندم موجود ہے اور یہ کس کس جگہ ہے؟

(ج) اس تحصیل کی ضرورت کتنی گندم کی ہے؟

(د) ان گوداموں کے انچارج ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور تعلیمی قابلیت بیان کریں؟

(ہ) ان گوداموں کی سال 07-2006 اور 08-2007 کے دوران کتنی رقم مرمت پر خرچ ہوئی ہے؟

(و) حکومت اس تحصیل میں مزید کس کس جگہ گودام تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) تحصیل بھلوال میں گندم سٹور کرنے کے لئے محکمہ خوراک پنجاب کے گوداموں کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	مقام گودام	تعداد گودام	گنجائش ذخیرہ
1	بھلوال	4	3000 میٹرک ٹن
2	پھلروان	6	4500 میٹرک ٹن

(ب) تحصیل بھلوال میں موجود گوداموں میں سٹور شدہ گندم کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام سنٹر	مقدار ذخیرہ شدہ
1	بھلوال	1214 میٹرک ٹن
2	پھلروان	3626 میٹرک ٹن

(ج) تحصیل بھلوال کی سالانہ ضرورت گندم تقریباً 4520 میٹرک ٹن ہے-

(د) تحصیل بھلوال میں گوداموں پر تعینات شدہ اہلکاران کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام سنٹر	نام اہلکاران، عہدہ و گریڈ	تعلیمی قابلیت
1	بھلوال	سجاد حسین، فوڈ گرین انسپکٹر، بی ایس 12	ایف اے
		محمد ارشد، فوڈ گرین سپروائزر، بی ایس 9	ایف اے
2	پھلروان	محمد منیر احمد، فوڈ گرین انسپکٹر، بی ایس 12	بی ایس سی
		محمد اسلم، فوڈ گرین انسپکٹر، بی ایس 12	ایم اے

(ہ) سال 07-2006 اور 08-2007 میں مندرجہ بالا گوداموں پر مرمت کی مد میں کوئی رقم خرچ نہ ہوئی ہے۔

(و) چونکہ تحصیل بھلوال کی ضرورت کے مطابق گندم کے گودام موجود ہیں پس مزید گودام تعمیر کرنے کی کوئی تجویز زیر غور نہ ہے۔

تحصیل بھلوال میں فلور ملوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1699: **محترمہ زوبیہ رباب ملک**: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) تحصیل بھلوال میں کون کون سی فلور ملز کس کس جگہ کام کر رہی ہیں، ان ملوں اور ان کے مالکان کے نام بتائیں؟

(ب) ان ملوں کا سالانہ کتنا گندم کا کوٹا مختص شدہ ہے؟

(ج) یکم جنوری 2008 سے آج تک ان ملوں کو حکومت کی طرف سے کتنی گندم فراہم کی گئی ہے تفصیل مل وار فراہم کریں؟

(د) ان فلور ملوں کو ان کی ضرورت کے مطابق گندم حکومت فراہم کرتی ہے، اگر کم فراہم کرتی ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) تحصیل بھلوال میں صرف دو فلور ملز (فضل فلور ملز + عوامی فلور ملز) موجود ہیں لیکن صرف فضل فلور ملز چالو حالت میں ہے جبکہ عوامی فلور ملز مئی 2007 سے بند ہے۔ فضل فلور ملز کے مالک کا نام شیخ فضل الہیٰ ہے جبکہ عوامی فلور ملز کو طاہر مجید چلا رہا تھا۔

(ب) حکومت کی طرف سے کسی فلور مل کا سالانہ کوٹا مختص نہ ہے۔ ہر سال حکومت گندم کے اجراً کے سلسلہ میں پالیسی جاری کرتی ہے جس پر من و عن عمل کیا جاتا ہے۔ تاہم موجودہ سال 09-2008 کے لئے مذکورہ فلور ملز (فضل فلور ملز) کا سالانہ اجرا گندم 4520 ٹن بنتا ہے۔ تاہم ان اعداد و شمار میں گورنمنٹ کی ہدایات کے مطابق کمی بیشی ہو سکتی ہے۔

(ج) یکم جنوری 2008 سے اب تک مذکورہ فلور ملز کو جاری کردہ گندم کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام فلور ملز	جاری کردہ مقدار گندم
1	عوامی فلور ملز	فلور ملز بند ہے۔
2	فضل فلور ملز	3904.600 میٹرک ٹن

(د) پنجاب گورنمنٹ کی ہدایات / پالیسی کے مطابق مذکورہ فلور ملز کو گندم کا اجراء سرکاری ذخیرہ گندم سے کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی کمی نہ کی جاتی ہے۔

پی پی۔145 اور 146 میں فلور ملز کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1703: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر خوراک از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔145 اور 146 لاہور میں کتنی فلور ملز کس کس جگہ واقع ہیں ان فلور ملز کے نام اور ان کے مالکان کے نام بتائیں؟

(ب) ان فلور ملز کو ماہانہ کتنی گندم حکومت کی طرف سے فراہم کی جاتی ہے، تفصیل مل وار فراہم کریں؟

(ج) ان فلور ملز میں روزانہ کتنی گندم گرائنڈ کی جاتی ہے؟

(د) ان میں سے کون کون سی فلور ملز گندم چوری اور آٹا چوری میں سال 2006 سے آج تک پکڑی گئی ہیں اور ان کے خلاف کیا کارروائی کی گئی ہے؟

(ہ) ان فلور ملز کو گندم فراہم کرنے کا کیا طریق کار ہے؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) ان صوبائی حلقوں میں واقع 8 فلور ملز کی مطلوبہ تفصیل حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام فلور ملز مع ایڈریس	نام مل مالک
1	داتا، بند روڈ، داروغہ والا، لاہور	میاں لیاقت علی، میاں محمد فیاض وغیرہ،
2	پریمئر، سکھ نہر، باغبانپورہ لاہور	میاں محمد خالد، میاں محمد عارف وغیرہ
3	سرتاج، 321 جی ٹی روڈ داروغہ والا	میاں وحید
4	الراعی، جی ٹی روڈ داروغہ والہ	میاں ندیم
5	بھٹی، شالامار لنک روڈ	افضل رشید بھٹی
6	قیصر، شالامار لنک روڈ	قیصر رشید بھٹی
7	عوامی، ہر بنس پورہ	ملک طاہر
8	برکت، بیدیاں روڈ لدھڑ پنڈ	حاجی امجد

(ب) گورنمنٹ کی پالیسی کے مطابق ان تمام فلور ملز کو ماہانہ 103748 بوری (فی بوری 100 کلو گرام گندم) حکومت کی طرف سے فراہم کی جاتی ہے۔ مطلوبہ تفصیل مل وار حسب ذیل ہے:-

نمبر شمار	نام فلور ملز	فراہم کردہ کوٹا
1	داتا	17570بوری
2	پریمئر	11610بوری
3	سرتاج	24809بوری
4	الراعی	13936بوری
5	بھٹی	13677بوری
6	برکت	17198بوری
7	قیصر	Nilبوری
8	عوامی	4948بوری
	میزان	103748بوری

(ج) ان فلور ملز میں روزانہ 2491بوری گندم حسب ذیل تفصیل سے گرائنڈ کی جاتی ہے۔

1	داتا	470بوری روزانہ
2	پریمئر	470بوری روزانہ
3	سرتاج	329بوری روزانہ
4	الراعی	376بوری روزانہ
5	بھٹی	329بوری روزانہ
6	برکت	329بوری روزانہ
7	قیصر	0بوری
8	عوامی	188بوری روزانہ
	میزان	2491بوری

(د) 2006 سے تاحال مذکورہ بالا فلور ملز میں سے کوئی فلور مل بھی گندم و آٹا چوری میں ملوث نہیں پائی گئی۔

(ہ) سرکاری گندم اجرا پالیسی مجریہ 09-2008 کی روشنی میں سرکاری گندم کا ضلعی کوٹا ملز کی باڈی کی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے مساویانہ طور پر ان فلور ملز کو گندم کی ایڈوانس قیمت گورنمنٹ کے خزانہ میں جمع کروانے کے بعد روزانہ جاری کی جاتی ہے۔

ضلع لاہور میں فلور ملوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1704: جناب محمد نوید انجم: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع لاہور میں کتنی فلور ملز کس کس جگہ کام کر رہی ہیں، ان کے نام اور مالکان کے نام بتائیں؟

(ب) ان فلور ملز کو کتنی گندم حکومت ماہانہ فراہم کرتی ہے، تفصیل مل وار بتائیں؟

(ج) یکم جنوری 2008 سے آج تک ان کو حکومت کی طرف سے کتنی گندم فراہم کی گئی ہے؟

(د) ضلع لاہور میں روزانہ کتنا آٹا یہ ملز فراہم کر رہی ہیں؟

(ہ) ضلع لاہور میں روزانہ کتنا آٹا ڈیمانڈ کیا جاتا ہے؟

(و) کیا حکومت لاہور شہر میں مزید آٹا لوگوں کی ضرورت کے مطابق فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) ضلع لاہور میں 41 فلور ملز ہیں۔ مطلوبہ تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ماہ اکتوبر 2008 میں ان فلور ملز کو 446938 بوری گندم فراہم کی گئی، مطلوبہ تفصیل مل وار ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) یکم جنوری 2008 سے آج تک 2824092 بوری گندم ان فلور ملز کو فراہم کی گئی، تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) یہ ملز ضلع لاہور میں تقریباً 105000 ہزار تھیلا آٹا 20 کلو روزانہ فراہم کرتی ہیں۔

(ہ) ضلع لاہور میں تقریباً 70000 تھیلا آٹا روزانہ ڈیمانڈ کیا جاتا ہے۔

(و) ضلع لاہور میں آٹا لوگوں کی ضرورت کے مطابق فراہم کیا جا رہا ہے۔ تاہم اگر لوگوں کی ضرورت میں اضافہ مشاہدہ میں آیا تو حکومتی پالیسی کے مطابق عمل کرتے ہوئے لوگوں کی آٹے کی ضروریات کو پورا کیا جائے گا۔

ضلع رحیم یار خان میں گندم کے سرکاری گوداموں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*1845: جناب محمد اعجاز شفیع: کیا وزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع رحیم یار خان کس کس فلور مل کو کن کن تاریخوں میں کتنا کتنا کوٹا گندم یکم جولائی 2004 سے جون 2006 تک دیا گیا ہے ان کے نام وپتا جات سے آگاہ فرمائیں؟

(ب) مارچ، اپریل 2008 میں گندم کی خریداری کے لئے کیا پالیسی بنائی گئی ہے؟

(ج) اس کے لئے کتنا باردانہ خرید کیا گیا ہے؟

(د) زمیندار کو صحیح قیمت دینے کے لئے کیا محکمہ خوراک صوبہ کی تمام تحصیلوں سے گندم خریدنے کا پروگرام رکھتا ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ہ) گندم کو سٹور کرنے کے لئے کتنے سرکاری گودام ہیں اور کتنے پرائیویٹ لئے گئے ہیں؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) جولائی 2004 تا جون 2006 مل وار اور تاریخ وار اجرا گندم کی تفصیل مع فلور ملوں کے نام وپتا جات ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) گندم خریداری سکیم 09-2008 کی پالیسی کے مطابق محکمہ خوراک نے کاشتکاروں سے گندم -/625 روپے فی چالیس کلو گرام خرید کی۔ کاشتکاروں / گندم فروخت کنندگان کو شخصی ضمانت / کال ڈپازٹ پر باردانہ (جیوٹ بوریاں / پالی پراپلین تھیلا جات) بھی فراہم کئے تاکہ وہ اپنی گندم ان میں بھر کر محکمہ کو فروخت کر سکیں۔ علاوہ ازیں گندم فروخت کنندگان کو ڈلیوری چارجز کی مد میں -/7 روپے فی بوری اور بعد ازاں ٹرانسپورٹیشن چارجز کی مد میں -/25 روپے فی بوری بھی ادا کئے۔ گندم فروخت کنندگان کو بروقت، فوری اور سہل ادائیگی کے لئے گندم خریداری مراکز کے نزدیک واقع بنکوں کی شاخیں مقرر کی گئیں۔

ضلع ہذا میں گندم کی خریداری کا ہدف 150000 میٹرک ٹن مقرر کیا گیا اور اس ضلع میں 21 مراکز خرید گندم قائم کئے گئے۔ گندم خریداری ہدف کے مقابل ضلع میں 118763 میٹرک ٹن گندم خرید ہوئی۔

(ج) محکمہ خوراک پنجاب نے ضلع ہذا میں گندم خریداری کے لئے 3106 جیوٹ گانٹھیں اور 3735 پی پی گانٹھیں خرید کر ضلع رحیم یار خان کو مہیا کیں۔

(د) گندم کی خریداری کے لئے محکمہ خوراک پاسکو کے لئے مختص کردہ تحصیلوں / اضلاع کے علاوہ صوبہ بھر کی دیگر تحصیلوں / اضلاع سے زمینداروں سے گندم خرید کرتا ہے۔ ضلع ہذا

کی تحصیلیں رحیم یار خان، صادق آباد اور لیاقت پور گندم کی خریداری کے لئے محکمہ خوراک کو مختص کی گئی ہیں۔

(ہ) ضلع ہذا میں گندم کو سٹور کرنے کے لئے 124 سرکاری گودام موجود ہیں۔اس سال کوئی بھی پرائیویٹ گودام گندم کی سٹوریج کے لئے نہ لیا گیا ہے۔تاہم 8 عارضی سنٹروں پر خرید کردہ گندم پرائیویٹ جگہوں پر گنجیوں کی صورت میں ذخیرہ کی گئی۔

2006-07 میں گندم خریدنے کی تفصیلات

*1846: میاں شفیع محمد: کیاوزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) حکومت پنجاب نے سال 2006-07 میں کل کتنی مقدار میں کسانوں سے براہ راست گندم خریدی ہے؟

(ب) حکومت پنجاب نے بیرون ملک گندم برآمد کے لئے براہ راست خود بھی سودے کئے یا صرف ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان کے ذریعے گندم فراہم کی گئی اور کس ریٹ پر؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) حکومت پنجاب نے سال 2006-07 میں کسانوں سے براہ راست 25.62 لاکھ ٹن گندم خریدی۔

(ب) حکومت پنجاب نے سال 2006-07 میں بیرون ملک گندم برآمد کے لئے نہ تو براہ راست خود سودے کئے اور نہ ہی اس سلسلہ میں ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان کے ذریعے گندم فراہم کی۔

ضلع جھنگ میں گندم کے گوداموں کی تعداد و تفصیلات

*1848: حافظ محمد قمر حیات کاٹھیا: کیاوزیر خوراک ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) ضلع جھنگ میں گندم سٹور کرنے کے کتنے گودام کس کس جگہ واقع ہیں؟

(ب) سال 2007 میں ضلع جھنگ کے لئے سرکاری ہدف گندم جمع کرنے کا کیا تھا، کیا اس کے مطابق گندم جمع کی گئی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

(ج) مذکورہ گوداموں میں کتنی گندم کو سٹور کیا گیا، کتنے سٹور ناکارہ ہیں اور کتنی گندم کھلی جگہ پر سٹور کی گئی ہے؟

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران):

(الف) ضلع جھنگ میں محکمہ خوراک کے گوداموں اور ان کی گنجائش ذخیرہ گندم کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نام سنٹر	تعداد گودام	ذخیرہ گنجائش (ٹن)
جھنگ-1	13	11000
جھنگ- 11	8	9800
جھنگ- 111	12	9000
چک کڑیانہ	44	48500
شاہ جیونہ	10	9500
موچیوالہ	3	5000
چک نمبر 170	4	6000
احمد پور سیال	7	10500
گڑھ موڑ	14	21000
چنیوٹ	2	3000
چک نمبر 11	8	12000
جامعہ آباد	15	23500
چناب نگر	7	7200
لالیاں	4	4000
شور کوٹ سٹی	3	3000
شور کوٹ کینٹ	9	7000
وریام	2	1500
رستم سرگانہ	2	1500

(ب) گندم خریداری ہدف برائے سال 08-2007 — 228000.000 میٹرک ٹن

خرید کردہ گندم برائے سال 08-2007 — 224896.100 میٹرک ٹن

ضلع میں تقریباً مقرر کردہ ہدف کے مطابق گندم خرید ہوئی۔

(ج) خرید کردہ گندم 128 گوداموں میں ذخیرہ کی گئی: — 145026.900 میٹرک ٹن

خرید کردہ گندم 221 گنجیوں میں کھلی جگہ ذخیرہ کی گئی — 79869.200 میٹرک ٹن

کل خرید کردہ گندم: — 224896.100 میٹرک ٹن

ضلع میں 5000 ٹن کے بنز (Bins) جو کہ 1954 کے تعمیر شدہ ہیں وہ ناکارہ ہو چکے ہیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! میرے سوال کا چار مہینے سے جواب نہیں آیا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سوال نمبر کیا ہے؟

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! سوال نمبر 851 ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جن کا جواب نہیں آتا وہ already pending ہوتے ہیں۔

سیدہ ماجدہ زیدی: جناب سپیکر! چار مہینے ہو گئے ہیں ذرا پابند کریں گے تو اگلی دفعہ جواب اس کا آئے گا۔

جناب محمد نوید انجم صاحب: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی! بالکل ٹھیک ہے۔ نوید انجم صاحب! آپ تشریف رکھیں، اس کے بعد میں آپ کو بھی ٹائم دیتا ہوں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! منسٹر صاحب سے پچھلے آخری سیشن کے اندر میں نے "باب پاکستان" کے بارے میں سوال کیا تھا جس کے بارے میں یہ طے ہوا تھا کہ اگلے سیشن میں اس کا ایک تو وہ جواب دیں گے کیونکہ اس کے بارے میں یہی فیصلہ ہوا تھا اور پورے ہاؤس نے فیصلہ کیا تھا کہ یہ بہت اہم منصوبہ ہے جس میں 1994 کے اندر تمام صوبائی حکومتوں نے پیسے پول کئے تھے کیونکہ اس جگہ پاکستان کے لئے ہجرت کرنے والوں کے لئے کیمپ لگا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب یہ سوال آپ نے کب put کیا تھا؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! سوال put نہیں کیا تھا۔ ہاؤس میں منسٹر صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ اس سیشن میں اس کا جواب دیں گے کہ اس کو پنجاب حکومت نے takeover کرنے کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں تو اس کے متعلق ذرا مجھے بتا دیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے ان سے سوال کیا تھا؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! کامران صاحب سے کیا تھا کیونکہ یہ ان کی منسٹری بنتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ندیم کامران صاحب! آپ نے کوئی "باب پاکستان" کے حوالے سے commitment کی تھی کہ سیشن میں آپ ان کو جواب دیں گے۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! بات کی تھی اور میری ان سے کل بھی بات ہوئی تھی اور میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ جیسے ہی آپ دو تین دن بعد ہاؤس میں بات اٹھائیں گے تو میں آپ کو جواب دے دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں! ٹھیک ہے۔ جی، دو تین دن تک آپ ان سے مل لیں اور مل بیٹھ کر بات کر لیں پھر ہاؤس میں وہ اس کا جواب دے دیں گے۔ جی، نوید انجم صاحب!

جناب محمد نوید انجم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا اور میری ایک humble request ہے کیونکہ تین یا چار سوال ایک دن میں ادھر ہاؤس میں ہوتے ہیں تو یہ علاقے کے لوگوں کے مسائل کے بارے میں یہ سارے سوال ہیں تو آپ سے یہ request ہے کہ اس کا ایک گھنٹہ ٹائم اور بڑھا یا جائے یا دو، تین سوال ایک دن میں شامل کئے جائیں۔ دوسری میری بات یہ ہے کہ میرے سوال نمبر 1703 کے جواب میں فلور ملوں کی انہوں نے تفصیل بتائی ہے۔ فلور مل جو میرے علاقے میں ہے اس سے 13936 بوری انہیں آٹا دیا جاتا ہے۔ وزیر صاحب اس کا ریکارڈ منگوائیں کہ یہ آٹے کی پسائی بغیر electricity کے ممکن ہے کیونکہ وہ فلور مل چلتی نہیں ہے اور اس کا کوٹا لئے جا رہی ہے۔ یہ ہمارے وزیر صاحب کو بیوروکریسی misguide کر رہی ہے اور ان کے ساتھ بیوروکریسی ملی ہوئی ہے اور مل کر یہ کرپشن کر رہی ہے اور اگر مل چلتی ہے تو انہوں نے بجلی کا بل بھی pay کیا ہوگا اور اگر بجلی کا بل pay نہیں کیا تو یہ بیوروکریسی اس کرپشن میں involve ہے۔ میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ یہ مل بند ہے اور انہوں نے اس کا کوٹا mention کیا ہوا ہے یا تو اس سوال کو کمیٹی کے سپرد کیا جائے یا اگلی دفعہ کے لئے pending کر دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب! یہ بہت serious allegation ہے جو ہمارے معزز ممبر نے لگایا ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ جو محکمہ خوراک نے جواب دیا ہے اس کے اندر ایک مل کا کوٹا وہ 13000 کا show کر رہے ہیں جبکہ وہ مل بند پڑی ہے اور وہ مل چل ہی نہیں رہی ہے۔

جناب محمد نوید انجم: جناب سپیکر! آپ اس کے بجلی کے بل صرف منگوا لیں کہ پتا چل جائے گا کہ وہ مل چلتی ہے یا بند پڑی ہے اور چار نمبر پر الراعی نام کی مل ہے۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں نے ابھی فائل بھیج دی ہے، یہ پہلے بتا دیتے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ ایسا کریں کہ منسٹر صاحب سے ملیں اور مل کر بتائیں کیونکہ یہ اتنا serious allegation محکمہ کے اوپر ہے منسٹر صاحب! جو next session آئے گا اس میں آپ نے اپنی رپورٹ پیش کرنی ہے۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! یہ ابھی بتائیں اور ابھی اس کا بتادیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: نوید انجم صاحب! آپ ابھی ان سے مل لیں۔ جی، آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں وزیر موصوف کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انہوں نے آخر میں اس غلطی کو تسلیم کیا اور میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے رویے اسی انداز میں ہونے چاہئیں کہ جس اہم منصب پر وزیر موصوف صاحب بیٹھے ہوئے ہیں تو اس منصب کا تقاضا بھی یہ ہے کہ پوری عوام کی نظریں ان کی طرف ہیں کہ اگر ہم سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کہیں گے تو ایک اچھی روایت رکھی جائے گی۔ میں ان کی بے حد مشکور ہوں۔ بہت شکریہ

جناب جاوید اقبال اعوان: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، جناب!

جناب جاوید اقبال اعوان: جناب سپیکر! میرا ایک سوال تھا اس کا نمبر 1679 ہے۔ اس میں ہمارے ضلع خوشاب میں غریب کسانوں کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے۔ ایک تو مل والوں نے۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں اس سوال کو بھی pending کر دیتا ہوں کیونکہ وقفہ سوال ختم ہو چکا ہے اور آپ in the meanwhile minister کو مل کر اس کے متعلق بات کر لیں۔

خواجہ عمران نذیر: پوائنٹ آف آرڈر۔

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خواجہ صاحب نے پہلے کہا ہے اس لئے اس کے بعد میں شیخ صاحب! آپ کو ٹائم دیتا ہوں۔ جی، خواجہ عمران نذیر!

خواجہ عمران نذیر: جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ اس میں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ گریڈ 18 کی کچھ اسامیوں کے لئے جو پنجاب پبلک سروس

کمیشن نے tests لئے تھے ان میں صرف 77امیدوار پاس ہوئے اور اب بھی 155اسامیاں خالی پڑی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: خواجہ صاحب! میری بات ذرا سن لیں کہ بات تو آپ ٹھیک کر رہے ہیں لیکن جب ایک رپورٹ lay ہوتی ہے تو اس میں under rules 131 discussion ہوتی ہے، جب وہ discussion ہو گی تو آپ ضرور اس کو point out کریں۔

خواجہ عمران نذیر: جناب سپیکر! پانچ اور سات سال سے ہم بھی اخبار دیکھ دیکھ کر تھک گئے تھے کہ پڑھے لکھے پنجاب میں اربوں روپے کے اشتہارات آرہے تھے۔اس کے باوجود حال یہ ہے کہ ہمارے پنجاب کا تعلیمی نظام اسی طرح تباہی کا شکار ہوا ہے اور اس میں اس نے وجہ بتائی ہے کہ جو ٹیچر کی بھرتی ہوئی ہے وہ انتہائی ناقص پالیسی کے تحت ہوئی ہے اور اس میں کسی چیز کا دھیان نہیں رکھا گیا اور کوئی پتا نہیں ہے کہ کس subject کا ٹیچر کہاں بھرتی ہو گیا ہے تو kindly جو پیچھے ہو گیا ہے اس کو ختم کرتے ہوئے آئندہ کے لئے اس کو بڑی سوچ و بچار اور بڑی سنجیدگی سے لیا جائے کیونکہ یہ ہم سب کا مشترکہ مسئلہ ہے تاکہ ہم سب مل جل کر اپنی آنے والی نسل کو کوئی اچھا نظام دے سکیں۔

پوائنٹ آف آرڈر

محکمہ آبپاشی کے عملہ اور ٹھیکیدار کی ملی بھگت سے بھل صفائی کی آڑ میں کسانوں کا استحصال

شیخ علاؤالدین: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں ایک اہم معاملے پر آپ کی توجہ چاہتا ہوں کہ آج کل نہروں کی بھل صفائی ہو رہی ہے۔مجھے جو کچھ بتایا جا رہا تھا میں نے اس پر یقین نہیں کیا بلکہ میں نے خود جا کر physically نہریں چیک کی ہیں۔اب میں اپنے حلقے کی نہروں کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں کہ بھل صفائی کے لبادے میں کروڑوں روپیہ کھایا جا رہا ہے۔یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ اس میں محکمہ آبپاشی کے تمام لوگ ملے ہوئے ہیں۔باقاعدہ silt جمع کی جاتی ہے پھر زمینداروں کو اکٹھا کر کے انھیں بتایا جاتا ہے کہ جہاں سے تمہارے پانی کا ڈسچارج شروع ہوتا ہے اگر تم وہاں سے یہ silt ہٹانا چاہتے ہو

تو اتنا پیسا دو۔ میں خود موقع پر گیا ہوں اور وہیں کھڑے ہو کر چیف انجینئر لاہور سے بات کی کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں۔ اس کی ground reality یہ ہے کہ پتا نہیں کس زمانے کی مشینری بھیج کر اسے سڑکوں کے کنارے چلا دیا جاتا ہے تاکہ ارباب اختیار یہ دیکھ کر خوش ہو جائیں کہ نہروں کی صفائی ہو رہی ہے لیکن موقع پر نہروں کی صفائی نہیں ہو رہی۔ اب پانی آنے میں صرف چند دن باقی رہ گئے ہیں، یہ اتنی بڑی زیادتی ہے کہ لوگوں کو سارا سال اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ حکومت کو ہدایت دیں کہ یہ فوری طور پر موقع پر جا کر دیکھیں کہ جان بوجھ کر ریت اور بھل کے پہاڑ کیوں لگائے جا رہے ہیں اور صفائی کیوں نہیں ہو رہی؟ آپ یقین کریں نہروں کے اندر ایسے حالات پیدا کئے جا رہے ہیں۔۔۔ (شور و غل)

MR. DEPUTY SPEAKER: Order in the House. Order in the House.

شیخ علاؤالدین: جان بوجھ کر بڑے بڑے سپیڈ بریکر بنائے جا رہے ہیں تاکہ لوگوں کو پانی نہ ملے اور پھر محکمہ اس سے اپنی آمدنی بنائے۔ وہ بے چارے لوگ مجبور ہیں۔ آخر انھوں نے اپنے بچے بھی پالنے ہیں، جب وہ اپنا پانی گزارنے کے لئے کچھ کرتے ہیں تو پھر ان پر لاکھوں، کروڑوں روپے تاوان ڈالتے ہیں۔ پھر اریگیشن ریسٹ ہاؤس میں بیٹھ کر ان کی negotiation meetings ہوتی ہیں اور وہاں کروڑوں روپے کے تاوان پر بات ہوتی ہے۔ لہذا میری استدعا ہے کہ ابھی نہریں بند ہیں اس لئے اس معاملے کے حل کے لئے فوری طور پر ایک کمیٹی بنائی جائے اور ہر ایم پی اے کو بھی چاہئے کہ وہ دیکھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہم بعد میں تو شور مچاتے ہیں کہ فصل نہیں ہو رہی لیکن میں تو کہتا ہوں کہ اصل میں کسانوں کو محکمہ آبپاشی کھا رہا ہے اور انھیں تباہ کر رہا ہے۔

رائے محمد اسلم خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے اس کی بات نہ کر لیں؟

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! میں بھی اسی سے related بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

رائے محمد اسلم خان: جناب سپیکر! آج جو آٹے اور گندم کے بحران پر بحث اور گرما گرمی ہو رہی تھی۔ اب گندم کی نئی فصل آنے والی ہے لیکن ابھی تک کھاد کا بحران جاری ہے۔ کھاد فیلڈ میں تو آ چکی ہے

لیکن اس کی تقسیم غیر منصفانہ ہو رہی ہے۔ابھی تک چھوٹے کاشتکاروں کو کھاد مہیا نہیں ہو رہی۔لہذا آپ کی وساطت سے متعلقہ وزیر صاحب سے گزارش ہے کہ اس کی مانیٹرنگ اور تقسیم کے لئے جو ٹیمیں بنائی گئی ہیں ان میں کسانوں کے نمائندے بھی شامل کئے جائیں تاکہ چھوٹے کاشتکاروں کو بھی کھاد مل سکے۔ابھی جو ٹیمیں بنائی گئی ہیں وہ سرکاری ملازمین پر مشتمل ہیں اس لئے اب بھی وہی ڈیلر حضرات وہاں سے کھاد لے کر بلیک مارکیٹنگ کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: منسٹر صاحب! یہ بہت important مسئلہ ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میرے بھائی نے جو نکتہ اٹھایا ہے میں اسی سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔اگر آپ دیکھیں تو ہمارے ملک میں potential کی کمی نہیں ہے It's a matter of organization ہم اسے صحیح طریقے سے organize نہیں کر سکتے جس وجہ سے ہمیں ایک بحران کے بعد دوسرے بحران کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔آپ دیکھیں کہ ابھی ہم اس مسئلے کو صرف bracket کرتے ہیں کہ کھاد کاشتکاروں کی ضرورت ہے۔میں ادب کے ساتھ اس سے اختلاف کرتا ہوں کہ یہ کاشتکاروں کی ضرورت نہیں ہے۔کسی زمانے میں black gold تیل کا ایک weapon ایجاد ہوا تھا اسے counter کرنے کے لئے خوراک کا weapon استعمال ہوا اس لئے یہ صرف کاشتکاروں کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس ملک کی بقا کا مسئلہ ہے۔اس طرح تو یہاں پر کھانے کے لئے کچھ نہیں ہو گا۔اب گندم کو کھاد دینے کے لئے یہی ہفتہ دس دن ہیں۔ہر جگہ کھاد کی کمی ہے، پرسوں ترسوں بھی ہمارے وفاقی وزیر زراعت نذر گوندل صاحب ملتان گئے ہوئے تھے۔وہ کہتے ہیں کہ کھاد کی کمی نہیں ہے بلکہ صرف distribution درست طور پر نہیں ہو رہی ہے۔ملتان میں صرف دو جگہوں مخدوم رشید اور ایک یوٹیلٹی سٹور پر کھاد فروخت ہو رہی ہے۔میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہم یہ چند مخصوص اداروں کی اجارہ داری کیوں بنا دیتے ہیں؟ یہ تو پورے ملک کی معیشت کا مسئلہ ہے، آپ کا مسئلہ ہے، میرا مسئلہ ہے۔اگر کھاد مہیا نہیں ہو گی تو جس کاشتکار نے گندم کاشت کی ہے شاید اس کے سال کے خرچے کے لئے تو اس کی گندم پوری ہو جائے گی مگر جو لوگ صرف اس بات پر depend کرتے ہیں کہ وہاں سے گندم آئے گی لیکن جب ہمارے ملک میں گندم کی پیداوار کم ہو گی اور شہروں میں نہیں آئے گی تو پھر ان کا کیا بنے گا؟ اس لئے میری گزارش ہے کہ یہ سب سے اہم مسئلہ ہے اس لئے اس پر

خصوصی توجہ دینی چاہئے یہ ملک کی بقا کا مسئلہ ہے، یہ ملک کی معیشت کا مسئلہ ہے، یہ صرف کاشتکاروں کا مسئلہ نہیں بلکہ ہم سب کا مسئلہ ہے۔ شکریہ

جناب احمد خان بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بلوچ صاحب کافی دیر سے کھڑے ہیں، پہلے ان کی بات سن لی جائے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں نے جو issue اٹھایا تھا ابھی اس پر کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ cross issues شروع ہو گئے ہیں جیسے آپ نے مہربانی فرمائی تھی میں بھی عرض کرتا ہوں کہ معزز ممبران کو cross issues نہیں کرنے چاہئیں۔ میں نے نہروں اور پانی کے متعلق ایک انتہائی اہم مسئلہ اٹھایا لیکن اسے کھاد کے ساتھ Co-relate کر دیا گیا۔ میں نے جو بات پہلے کی تھی اس پر آپ کا فیصلہ چاہتا ہوں کہ حکومت اس پر بات کرے اگر پانی نہیں ہو گا تو پھر کچھ بھی نہیں ہو گا۔ نہروں میں پانی آنے میں صرف تین چار دن باقی رہ گئے ہیں۔ یہ بہت بڑا issue ہے لہذا پہلے اس پر بات کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بلوچ صاحب! کیا آپ بھی اسی issue پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب احمد خان بلوچ: جی، میں بھی اسی issue پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب احمد خان بلوچ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں بھی شیخ صاحب کی بات کی تائید کرتا ہوں۔ انھوں نے ٹھیک کہا ہے لیکن میں اس میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ ٹھیکیدار بھل صفائی کے کروڑوں روپے کے ٹھیکے لیتے ہیں۔ انھوں نے بھل اٹھا کر باہر رکھنی ہوتی ہے لیکن اس میں خاص طور پر دیہی علاقوں میں زیادتی ہو رہی ہے کہ جہاں metal roads بنی ہیں وہ بھل اٹھا کر ان metal roads پر رکھ رہے ہیں حالانکہ ان کا ٹھیکہ یہ ہے کہ وہ یہ بھل metal roads سے ایک طرف رکھیں گے۔ انھوں نے تو سڑکیں بند کر دی ہیں۔ آپ موقع پر جا کر دیکھ سکتے ہیں کہ وہاں دو بیل گاڑیاں بھی نہیں گزر سکتیں بلکہ وہاں تو آدمیوں کا آنا جانا بھی بند ہو گیا ہے۔ لہذا میری استدعا ہے کہ اگر وزیر آبپاشی بیٹھے ہیں تو انھیں ہدایت کریں کہ وہ metal roads صاف رکھیں چونکہ وہاں پر لوگوں کو بہت زیادہ تکلیف ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! میں دوسری یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ نہروں میں پانی نہیں ہے- نیچے کا پانی کڑوا ہے اس لئے ٹیوب ویل چلانا بھی مشکل ہیں، کھاد بھی نہیں مل رہی اس سے گندم کو بہت زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے- جہاں میٹھے پانی ہیں اور ٹیوب ویل لگے ہیں تو وہاں بجلی نہیں ہے- لہذا ہم دیہی علاقے کی طرف سے استدعا کرتے ہیں کہ آپ ہمیں دن میں بے شک تین چار گھنٹے بجلی دے دیں کافی ہے لیکن ہمیں ٹیوب ویل کے لئے رات کو بجلی مہیا کریں تاکہ ہم گندم کو پانی لگا سکیں ورنہ گندم کی پیداوار بہت کم ہو جائے گی- لہذا میں پھر استدعا کرتا ہوں کہ ان دونوں چیزوں کا خیال رکھا جائے-

جناب ڈپٹی سپیکر: وزیر آبپاشی تو موجود نہیں ہیں لیکن پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ جواب دینا چاہتی ہیں-

پارلیمانی سیکرٹری برائے آبپاشی وقوت برقی (محترمہ فائزہ احمد ملک): شکریہ- جناب سپیکر! معزز ممبران نے بہت اہم issue raise کیا ہے، ہمیں فوری اس پر notice لینا ہے- لہذا میں آپ کی وساطت سے استدعا کرتی ہوں کہ دونوں معزز ممبران وزیر آبپاشی کو ان کے چیمبر میں مل لیں تو فوری طور پر اس مسئلے پر غور کر لیتے ہیں-

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ! میرے خیال میں یہ ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے- بھل صفائی میں صرف دو تین دن باقی رہ گئے ہیں اس کے بعد تو اس کی افادیت ہی ختم ہو جاتی ہے-

ملک محمد جاوید اقبال اعوان: پوائنٹ آف آرڈر-

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! میں پہلے ان کی بات سن لوں پھر آپ کو موقع دیتا ہوں-

ملک محمد جاوید اقبال اعوان: جناب سپیکر! میرے حلقے کا ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے کہ ضلع خوشاب میں 14- ارب روپے کی لاگت سے ٹیوب ویل لگائے گئے تھے-

جناب ڈپٹی سپیکر: پہلے بھل صفائی والی بات ہو جائے پھر آپ بات کر لیں-

ملک محمد جاوید اقبال اعوان: جناب سپیکر! یہ بھی اسی سے متعلقہ بات ہے-

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیے!

ملک محمد جاوید اقبال اعوان: جناب سپیکر! ان ٹیوب ویلوں کے بجلی کے بل ادا نہیں کئے گئے جس وجہ سے یہ بند ہو چکے ہیں اور کروڑوں ایکڑ زمین جو آباد کی گئی تھی اور اس پر ہر قسم کی فصل کاشت کی جا سکتی

تھی وہ بنجر ہو رہی ہے۔اب محکمے نے تین ماہ سے بجلی کے بل ادا نہیں کئے اور وہ ٹیوب ویل بند ہیں۔اس طرح ورلڈ بنک کی امداد سے جو 14۔ارب روپے لگائے گئے تھے وہ بالکل ضائع ہو رہے ہیں اور وہ زمین دوبارہ بنجر ہو جائے گی۔لہذا حکومت سے درخواست ہے کہ جلد از جلد بجلی کے بل کئے جائیں تاکہ وہ ٹیوب ویل چلائے جا سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:اعجاز شفیع صاحب!کیا آپ بھی بھل صفائی کے حوالے سے بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب محمد اعجاز شفیع:جی،ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:جی،فرمائیں!

جناب محمد اعجاز شفیع:جناب سپیکر!میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ ابھی میری محترمہ بہن فائزہ احمد ملک،پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ نے فرمایا ہے کہ دو ممبران وزیر آبپاشی کے chamber میں آ جائیں تو یہ دو ممبران کا مسئلہ نہیں ہے۔شیخ صاحب نے جو issue raise کیا ہے یہ بہت ہی sensitive issue ہے۔اگر وزیر صاحب کسی اور مسئلے میں الجھے نہیں ہوئے تو انھیں بلا لیں تاکہ وہ اس پر اپنی policy statement دیں۔ہمارے ملک کی معیشت کا زیادہ تر انحصار زراعت پر ہے۔اگر تین چار دن بعد اس پر بات ہوتی ہے تو اس کا پھر کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔آپ سیکرٹری زراعت اور آبپاشی کو بلائیں اور وزیر صاحب اس بارے میں آج ہی کوئی policy statement دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر:یہ بات تو صحیح ہے کہ یہ معاملہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔شیخ صاحب نے بہت اچھا point out کیا ہے کہ تین چار دن بعد پھر اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے اور جس مقصد کے لئے حکومت اتنا پیسا لگا رہی ہے پھر وہ مقصد فوت ہو جائے گا۔پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ!اگر منسٹر صاحب موجود ہیں تو ان سے بات کر کے اسی اجلاس کے اندر ہی بتائیں کہ اس وقت کیا ہو رہا ہے،کیا پوزیشن ہے؟شیخ علاؤالدین صاحب،بلوچ صاحب اور دوسرے جس جس ممبر نے اس حوالے سے بات کی ہے ان سب سے بات کر کے حکومت کی جو بھی پالیسی ہے وہ آپ sitting of the Assembly کے درمیان ہی آکر بتائیں۔بہت شکریہ۔جی،شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ:جناب والا!گزارش یہ ہے کہ آپ ذرا خود اس کا نوٹس لیں کہ ایک طرف تو لوڈشیڈنگ کی وجہ سے بجلی نہیں مل رہی،دوسری طرف سے نہروں میں پانی بند ہے،تیسرا گندم کے لئے کھاد نہیں مل رہی جبکہ اس وقت گندم کا دانہ بن رہا ہے۔کاشتکاری سے جو لوگ بھی منسلک ہیں یہ

بات ان کے تجربے میں ہے کہ اگر دو دن پانی نہ ملے تو تقریباً 25 فیصد گندم ختم ہو جاتی ہے اور اگر اسے ایک ہفتہ پانی نہ ملے تو 50 فیصد گندم ختم ہو جاتی ہے۔ دانہ تو ہوتا ہے لیکن وہ بہت چھوٹا ہوتا ہے، باریک ہو جاتا ہے جس سے output میں خاطر خواہ کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ بلوچ صاحب نے کہا ہے کہ جہاں پر subsoil کے لئے brackish water ہے وہاں پر آپ ٹیوب ویل بھی نہیں چلا سکتے۔ اگر وہ پانی فصل کو لگائیں تو ساری زمین خراب ہو جاتی ہے۔ اس وقت ہمارے ملتان میں بھی ساری نہریں بند ہیں۔ پانی بھی نہیں، بجلی بھی نہیں اور کھاد بھی میسر نہیں ہے تو پھر آپ خود اندازہ کریں کہ آپ کی پیداوار کیا ہو گی؟ یہ پورے ملک کا بحران ہے اس لئے اس کا فوری نوٹس لیں۔ It should be decided within a day or two. تاکہ اس مسئلے پر قابو پایا جا سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ہراج صاحب!

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں نے سوموار والے دن کھاد کے issue پر بولنے کی جسارت کی تو سپیکر صاحب نے فرمایا کہ اس پر debate کے لئے ایک دن رکھا جائے گا جو کہ ایڈوائزری کمیٹی میں discuss ہو چکا ہے۔ میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ ایک اہم معاملہ ہے اگر ہم اس پر debate رکھیں گے تو debate کے بعد کوئی فیصلہ ہو گا اور پھر اس پر کوئی implementation ہو سکے گی اور اس طرح اس کی افادیت اگلے سال تک ہی ہو سکے گی۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ اس وقت قائمہ کمیٹیاں موجود ہیں۔ ہمارے پاس زراعت کی مجلس قائمہ موجود ہے، ہمارے پاس مجلس قائمہ برائے آبپاشی موجود ہے۔ ان کو directions دیں کہ وہ فوری طور پر ان معاملات کو take up کریں۔ اس وقت زیادہ تر ممبران لاہور میں موجود ہیں۔ اگر کسی کمیٹی کے ذمے یہ issue لگا دیا جائے اور وہ تین دن کے اندر اندر ہاؤس میں رپورٹ پیش کرے کہ کھاد کے issue کو حل کرنے کے لئے immediate steps کیا لئے جا رہے ہیں؟ جیسا کہ شاہ صاحب نے بھی کہا ہے کہ اس وقت کھاد کی allocation کا issue ہے۔ پانی کا مسئلہ بھی ہے اور بجلی کا معاملہ تو وفاقی حکومت سے متعلق ہے۔ ہم اس بارے میں قرارداد بھیج سکتے ہیں۔ آج ہمیں یہاں بیٹھے ہوئے تیسرا دن ہے۔ پنجاب کی دیہاتی عوام جن کا میں نمائندہ ہوں وہ اس وقت کھاد کے لئے ترس رہے ہیں۔ مجھے اپنے حلقے سے ٹیلیفون آتے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ آپ وہاں اسمبلی میں بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟ ادھر ہمارے پاس کھاد ہی نہیں ہے تو اس پر دو یا تین دن سے زیادہ وقت نہ لگائیں۔ ہمارے پاس already کمیٹی موجود ہے ان سے کہیں کہ ہفتے یا سوموار تک یا جو بھی آپ مناسب سمجھیں وہ وقت مقرر کر دیں اور اس کمیٹی کو

ہدایت کریں کہ کھاد کی availability and distribution کو within a week یقینی بنایا جائے۔ یہ بہت critical time ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ نے بڑی اچھی بات point out کی ہے لیکن ہم نے business of the House کو بھی آگے چلانا ہے اور اس وقت سوا بارہ ہو چکے ہیں۔ میں نے پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ کو یہ نہیں کہا کہ وہ اس کا جواب کل لے کر آئیں بلکہ میں نے ان سے کہا ہے کہ کوشش کریں کہ آج ہی اس پر کوئی policy statement دیں تاکہ ہم اس پر فوری طور پر عمل کر سکیں۔ ڈاکٹر صاحب! کیا آپ بھی کھاد کے حوالے سے بات کرنا چاہتے ہیں؟

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جی، ہاں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چلیں، آپ بھی بات کر لیں۔

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب سپیکر! کھاد کے حوالے سے میری درخواست یہ ہے کہ کل بھی میرے حلقے میں ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا کہ لوگ کھاد کے لئے لڑ جھگڑ رہے ہیں۔ ناظم شاہ صاحب نے جو دو points بتائے ہیں کہ مخدوم رشید اور یوٹیلٹی سٹور جو کہ کینٹ ایریا میں ہے وہاں پر distribution points ہیں۔ اگر distribution points بڑھا دیئے جائیں تو اس سے بہتری آ سکتی ہے۔ وفاقی اور پنجاب حکومت مل کر اس حوالے سے کوئی فارمولا طے کر لیں۔ کھاد پوری آ رہی ہے لیکن proper distribution نہیں ہو رہی۔ تو میری اس میں تجویز ہے کہ اگر یونین کونسل کی سطح پر اس کے distribution points بنا دیئے جائیں تو اس سے حالات ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ ہمارے پاس محکمہ زراعت اور یونین کونسل کا ایک پورا structure ہے۔ اگر اس set up کو استعمال کرتے ہوئے یونین کونسل level پر کھاد کی distribution دے دی جائے تو پھر یہ لڑائی جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں اور ہمارا یہ distribution والا معاملہ حل ہو سکتا ہے۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے بہت اہم بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! ساری باتیں اہم ہیں اور ہاؤس کا business بھی بہت اہم ہے۔ میں نے اس کو بھی لے کر چلنا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ وزیر قانون صاحب کو بات کر لینے دیں کیونکہ وہ کھڑے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد میں آپ کو موقع دیتا ہوں۔ جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! پانی اور کھاد کی shortage سے متعلق چار پانچ ممبران نے جو باتیں کی ہیں، انھوں نے جو arguments پیش کئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان سے بالکل انکار نہیں ہے، ان میں بڑا وزن ہے۔

سید ناظم حسین شاہ: رانا صاحب! مہربانی کر کے ذرا اونچی آواز میں کہہ دیں کیونکہ مجھے سننے میں problem ہو رہی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(رانا ثناء اللہ خان): شاہ صاحب! آپ seat میرے پاس لے آئیں۔(قہقہے)

تو میں آپ کی وساطت سے شاہ صاحب کی خدمت میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کھاد اور پانی کی shortage پر چار پانچ ممبران نے جو باتیں کہی ہیں وہ بڑی وزنی ہیں، ان کے arguments سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ پانی سے متعلق معاملے پر پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ نے جواب دیا ہے اور انھوں نے وعدہ بھی کیا ہے کہ جن ممبران نے پانی سے متعلق باتیں کہی ہیں ان کی وہ راجہ ریاض، سینئر منسٹر صاحب سے میٹنگ کروائیں گی۔ دوسرا معاملہ کھاد سے متعلق ہے۔ اس حوالے سے عرض یہ ہے کہ اگر ہم یہ سارا معاملہ متعلقہ محکمہ اور اس کے آفیسروں کے حوالے کرتے ہیں تو اس پر بھی اعتراض آ رہا ہے کہ اس میں منتخب ممبران کی involvement نہیں ہے۔ اب اگر ہم منتخب ممبران کو کوئی کردار دیتے ہیں تو اس پر بھی پھر اعتراض آ جاتا ہے۔ میں نے ایک رات کسی چینل پر خود سنا ہے، وہاں پر یہی propaganda ہو رہا تھا کہ وہ ایم این اے کی چٹیں لے کر آ رہے ہیں اور کھاد لے رہے ہیں، وہ ایم پی اے کی چٹیں لے کر آ رہے ہیں اور کھاد لے رہے ہیں۔ باقاعدہ انہوں نے شاہ صاحب سے ٹیلیفون کے ذریعے live بات بھی کی تھی اور کہا کہ آپ کی چٹوں پر کھاد دی جا رہی ہے۔ یعنی اس پر بھی تنقید کی جاتی ہے تو اس لئے میرا یہ خیال ہے کہ سیکرٹری زراعت کو آج، کل یا پھر جو بھی آپ مناسب سمجھیں، جو وقت معزز ممبران کے پاس ہو اس کے مطابق میں انھیں بلا لیتا ہوں۔ میرے چیمبر میں بیٹھ کر اپنے arguments اور دلائل کے مطابق اس پالیسی میں یہ جس طرح کی تبدیلی چاہتے ہیں حکومت اس کو لانے کے لئے تیار ہے کیونکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ مسئلہ جلد از جلد حل ہو۔ اس کا نہ صرف کاشتکاروں بلکہ پورے صوبے اور ہم سب کو نقصان ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تمام ممبران سے گزارش ہے کہ پہلے میری عرض سن لیجئے گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! آپ پہلے میری گزارش سن لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! آپ کا مسئلہ تو بھل صفائی کے حوالے سے تھا۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی بات اٹھائی جاتی ہے تو اس کو cold storage میں لگانے کے لئے کہہ دیا جاتا ہے کہ آپ منسٹر صاحب سے جا کر مل لیں۔ میں کسی کی دل آزاری نہیں چاہتا لیکن میں صرف ایک مثال دوں گا جو اس ایوان کے لئے بھی بہت ضروری ہے وہ مثال میری اپنی ہے کہ اسی ہال میں سپیکر صاحب نے جج کوٹا پر ایک کمیٹی بنائی جس میں مجھے بھی غلطی سے ممبر بنا دیا گیا۔ وزیر آبپاشی سے یہ کہا گیا کہ آپ وفاقی حکومت سے بات کر کے بتائیں گے۔ حج ہو گیا، وقت گزر گیا لیکن آج تک کمیٹی کی میٹنگ ہوئی نہ کچھ اور ہوا۔ اسی طرح یہ جو بھل صفائی اور پانی والا مسئلہ ہے اگر اس پر اور کچھ نہیں ہو سکتا تو آج ایک مہربانی فرما کر اس قوم پر رحم فرما کر رولنگ دے دیں کہ یہ جتنی بھل صفائی ہو رہی ہے اس کی اس وقت تک کوئی ادائیگی نہ کی جائے جب تک اس کی باقاعدہ کوئی ٹیم monitoring نہ کرے۔ وہ ٹیم آپ چاہے جہاں سے مرضی لے آئیں، چاہے اللہ پاک سے لے آئیں لیکن اس ٹیم کی monitoring کے بغیر اس کی payment روک دی جائے ورنہ یہاں کا کسان تباہ ہو جائے گا اور اس طرح سے کروڑوں روپے ضائع ہو جائیں گے۔ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس طرح سے کسی کے پاس جا کر بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہاں جو بات کرنی ہے کر لیں کیونکہ میں practically دیکھ کر آیا ہوں، میں اس کی ڈرائینگ بنا کر دے سکتا ہوں جو ظلم یہ کر رہے ہیں۔ پہاڑ بنا رہے ہیں نہروں کے اندر پھر وہیں بیٹھ کر negotiation meetings کرتے ہیں۔ "اچھا ہن اینوں ایہناں گھٹائیے تے کنے پیسے" اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ اس پر آپ کچھ نہ کریں، ایک فرشتوں کی monitoring team لائیں وہ جا کر دیکھ لے اور اگر اس کو پاس کر دے تو ان کو بل دیں ورنہ کوئی پیسہ نہ دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: جس طرح میں نے پہلے بات کی تھی کہ آپ ہاتھ کھڑا کریں میں آپ کو ٹائم دوں گا۔ ایسے ہی کھڑے ہو جانا مناسب نہیں ہے اور یہ House کے decorum کے بھی خلاف ہے۔ میں آپ کو ٹائم دوں گا۔ آپ بات کریں۔

جناب شہزاد سعید چیمہ: جناب والا! یہ چونکہ انتہائی اہمیت کا حامل معاملہ ہے۔ ایک تو انہوں نے بھل صفائی کے متعلق monitoring کی بات کی۔ تین دن کے بعد پانی آ جائے گا اس کے بعد

monitoring ممکن نہیں ہو گی کیونکہ پانی آنے کے بعد ہر چیز ملیا میٹ ہو جائے گی۔ دوسرا کھاد کا معاملہ ہے یہ انتہائی اہمیت اور ضرورت کے دن ہیں۔ صرف اتنی رولنگ ضرور فرمادیں کہ اگلے اجلاس میں جتنے بھی اضلاع ہیں ان کی سپلائی اور ڈیمانڈ کا ریکارڈ ضرور floor پر پیش کیا جائے۔ جتنی بھی فرٹیلائزرز کمپنیاں ہیں ان کا ریکارڈ ضرور پیش کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ ثمینہ نوید صاحبہ!

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب والا! ایک ہی ممبر ایک ہی topic پر دس دس بار بات کر رہا ہے۔ یہ غلط طریق کار ہے۔ اگر ایک ممبر ایک topic پر بات کرے تو صرف ایک ہی بار کرے تاکہ یہاں پر جتنے بھی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں سب کو بات کرنے کا موقع ملے۔ میں بار بار آپ سے کہہ رہی ہوں، request کر رہی ہوں کہ آپ مجھے ٹائم دیں لیکن آپ فرما رہے ہیں کہ جی، آپ بولیں اور اس کے بعد آپ بولیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب آپ کو میں نے floor دے دیا ہے، اب آپ اپنی بات کریں۔

محترمہ ثمینہ نوید (ایڈووکیٹ): جناب والا! میں بھی بھل صفائی کے حوالے سے بات کرنا چاہ رہی ہوں۔ گورنمنٹ کی اس وقت جو پالیسی ہے اور اس میں کروڑوں روپے کے ٹھیکے بھی دیئے جاتے ہیں اس میں یہ بھی دیکھیں کہ جن علاقوں میں tail تک پانی نہیں پہنچتا وہاں پر جو بھل صفائی کی جاتی ہے اس کا کیا فائدہ ہے؟ مزید یہ کہ بھل صفائی کو چیک کرنے کے لئے monitoring committees بنائی جائیں اور اس میں وہاں کے کاشتکاروں کو شامل کیا جائے۔ یہ نہیں کہ آپ لاہور سے لے لیں، فیصل آباد سے لے لیں اور اسلام آباد سے لوگوں کو لے لیں۔ وہاں کے مقامی لوگوں کو اس کمیٹی میں شامل کریں تاکہ وہ ساری چیزوں کو چیک کریں۔ اس کے بعد ان کے بل پاس کئے جائیں۔ کھاد کے حوالے سے آپ دیکھیں، ہمارے بہاولنگر میں کھاد کی یہ صورتحال تھی کہ ہمارے ایم این اے ممتاز عالم گیلانی صاحب وہاں پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پی۔اے ظفر چشتی صاحب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے جس جس کو سو سو بوریوں کی چٹ بنا کر دی ہے صرف ان کو کھاد ملی ہے۔ جناب! میں آپ سے بات کر رہی ہوں پلیز، میری بات غور سے سنیں۔

ہمارے ایم پی اے بسرا صاحب کو سو بوریاں ان کے گھر پر پہنچائی گئی ہیں، یہ R.M کی وہاں پر کارکردگی ہے۔ آپ یہ دیکھ لیں کہ غریب غرباء صبح سے لے کر شام تک اپنا کام کاج چھوڑ کر، اپنا سارا کاروبار چھوڑ کر لائنوں میں لگے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود انہیں کھاد کی بوریاں نہیں مل سکیں، جن کی

تھوڑی زمین تھی ان لوگوں کو تو بالکل ہی نہیں ملیں۔ اس کے علاوہ جن لوگوں نے دو دو، تین تین سو بوریاں لی ہیں انہوں نے بھی بلیک میں فروخت کی ہیں۔ ان کو monitor کرنے کے لئے کوئی ٹیم نہیں تھی۔ اگر یہی صورتحال رہی تو حقیقت میں کھاد کی ضرورت تو اس وقت ہے، کاشت کاری تو اب ہو رہی ہے۔ اگر in time اس چیز کو نہ چیک کیا گیا تو میرا خیال ہے کہ آئندہ آپ خوراک سے بھی محروم رہ جائیں گے۔ وہاں پر پانی ہے، ٹیوب ویل کو چلانے کے لئے بجلی ہے اور نہ ہی وہاں پر کھاد مل رہی ہے۔ بھل صفائی کے حوالے سے بھی جو یہ فراڈ ہو رہا ہے یہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ میری یہ کوشش ہے کہ monitoring team میں متعلقہ لوگوں کو شامل کیا جائے اور اس کے ساتھ ہی وہاں کے نمائندوں کو بھی اس میں شامل کریں تاکہ وہ اس کی بہتر رپورٹ پیش کر سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دو منٹ کے لئے تمام معزز اراکین میری بات سن لیں۔ اس کے اندر جو anxiety ہے وہ تمام ممبران کے اندر نظر آ رہی ہے اور بہت اچھے طریقے سے point out کیا گیا ہے۔ اب اگر ہم اس پر خالی بحث ہی کرتے رہے تو اس کا کوئی حل نہیں نکلے گا۔ ہم اس کے حل کی طرف آ جائیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جس طرح میں نے محترمہ پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ سے کہا تھا کہ مجھے آج ہی بھل صفائی کے حوالے سے جواب چاہئے۔ ابھی مجھے ان کا پیغام ملا ہے کہ اس سلسلے میں راجہ ریاض صاحب خود آ رہے ہیں۔ Let him come ان کی موجودگی کے اندر آج ہی اس Issue کو take up کرتے ہیں اور ان کے سامنے جو بات کریں گے تو وہ زیادہ بہتر ہے۔ جہاں تک کھاد کا مسئلہ ہے یہ بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

محترمہ آمنہ بٹر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: مجھے پہلے بات کرنے دیں۔ محترمہ بٹر صاحبہ تشریف رکھیں میں آپ کو ٹائم دوں گا۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ اس طرح کھاد کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ میرے خیال میں اگر تو آج possible ہے تو سیکرٹری ایگریکلچر کو آج ہی یہاں پر بلایا جائے اور جن جن ممبران نے یہاں پر بات کی ہے ان سب کی ان کے ساتھ میٹنگ ہو اور اس کی ایک جامع رپورٹ اس اسمبلی کے اندر پیش کی جائے تاکہ اس پر عمل بھی ہو۔ میرا خیال ہے کہ اگر تمام ممبران اس طرح کر لیں تو زیادہ بہتر ہے۔ جی، وزیر خزانہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! کھاد کے معاملے میں وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک کمیٹی بنائی ہے جس کو سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ head کر رہے ہیں اور ان کی اس سلسلے میں

روزانہ میٹنگیں بھی ہو رہی ہیں۔این ایف سی کو بھی انہوں نے بلایا ہے اس کے علاوہ انہوں نے وفاقی حکومت سے بھی رابطہ کیا ہے اور این ایف سی والے ان کی میٹنگ میں آئے بھی ہیں۔ کھاد کی improvement کے لئے انہوں نے جو اقدامات کئے ہیں اگر ان سے آپ کہیں گے تو وہ اس کی رپورٹ بھی پیش کر دیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، کائرہ صاحب! بالکل صحیح بات ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں۔(قطع کلامیاں) معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ پہلے مجھے observation دینے دیں۔ اگر آپ اس سے agree نہیں کریں گے تو پھر میں آپ کی بات سن لوں گا۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ جو بات میں کر رہا ہوں، میں یہ بھی نہیں کہہ رہا کہ اس مسئلے کو آگے ڈال دیں یا کمیٹی بنا دیں، وزیر قانون صاحب بیٹھے ہیں ان کی رائے لے لیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناءاللہ خان): جناب والا! جس طرح سے آپ نے فرمایا ہے۔ معزز اراکین یہاں پر موجود ہیں، ساڑھے تین بجے سیکرٹری ایگریکلچر کمیٹی روم "اے" میں موجود ہوں گے اور وزیر زراعت کا بھی میں پتا کرواتا ہوں وہ اگر موجود ہوئے تو وہ بھی آ جائیں گے۔ میں بھی یہاں پر موجود ہوں گا۔ تو یہ تمام ممبران ساڑھے تین بجے کمیٹی روم "اے" میں آ جائیں اور کھاد کے متعلق جو مسئلہ ہے اس کو discuss کر کے کوئی بہتر حل نکال لیں گے۔ اس کے علاوہ ہمارے جو اپوزیشن کے ممبران بیٹھے ہیں ان کو میں خصوصی طور پر اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس بارے میں کوئی contribute کرنا چاہیں تو وہ بھی وہاں پر تشریف لے آئیں۔(قطع کلامیاں)

چودھری عبدالوحید: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ پہلے میری بات سن لیں۔ میں نے دیکھنا ہے کہ جو دوست پہلے کھڑے ہیں جیسے لغاری صاحب پھر اس کے بعد میاں صاحب پھر اس کے بعد آمنہ بٹر صاحبہ پھر چودھری جاوید صاحب ان کے بعد پھر آپ کی باری ہو گی۔

چودھری عبدالوحید: جناب والا! مجھے ایک منٹ دے دیں، میں نے ضروری بات کرنی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ مجھے دو منٹ دے دیں۔

چودھری عبدالوحید: جناب والا! اس طرح سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ کھاد کی پیداوار وفاقی حکومت کے کنٹرول میں ہے۔ غلطی اس میں یہ ہوئی ہے کہ جہاز کراچی کی بندرگاہ پر

آنے تھے اس طرح کھاد تین دن کے اندر پنجاب میں آجاتی تھی۔ غلطی یہ ہوئی کہ جہاز گوادر کی بندرگاہ پر چلے گئے ہیں۔ یہ جو کمیٹی بنی ہے یہ فوری طور پر وفاقی وزیر پیداوار، وفاقی سیکرٹری زراعت سے رابطہ کرے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ اتنے سمجھدار پارلیمنٹیرین ہیں، آپ میری بات سنیں۔ ایک سیکرٹری آرہا ہے وزیر موصوف ساتھ بیٹھ رہے ہیں یہ suggestions اگر آپ ان کو دے دیں تو زیادہ بہتر ہوگا تاکہ اس House کو ہم آگے چلا سکیں۔ اگر اس پر عمل نہیں ہوتا تو پھر اس کے بعد آپ بات کریں۔

چودھری عبدالوحید: مہربانی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی مہربانی، اب انہوں نے ساڑھے تین بجے کا وقت مقرر کیا ہے ان کے ساتھ آپ جا کر بات کر لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! جس وقت ہماری اسمبلی کا اجلاس دو دو، تین تین مہینے ہوتا ہی نہیں ہے۔ اگر آج سیکرٹری صاحب بیٹھ کر کوئی حکم صادر فرما دیتے ہیں تو کیا nature رُک جائے گی، گندم کے دانے نے ابھی بڑھنا ہے تو کیا وہ رک جائے گا کہ سیکرٹری صاحب کا حکم آیا ہے کہ تم رُک جاؤ تمہیں تین دن بعد کھاد مل جائے گی اور دس دن بعد پانی آجائے گا۔ اس اسمبلی کو ہمیں regularly بلانا چاہئے۔ تین تین مہینے ہماری اسمبلی کا اجلاس نہیں ہوتا۔ نومبر میں ہمارا اجلاس ہوا اور یہ crisis دسمبر سے چل رہا ہے۔ کھاد نہیں مل رہی تھی، proper بھل صفائی نہیں ہو رہی تھی لیکن چونکہ اسمبلی کا اجلاس نہیں ہوتا اس کے علاوہ کوئی forum ہی نہیں ہوتا کہ جہاں پر کوئی issue raise کیا جا سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: دیکھیں، ہم نے اس کو general discussion بنا دیا ہے۔ یہ issue بہت بڑا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں گزارش کر رہا ہوں کہ دو دو، تین تین مہینے اسمبلی کے اجلاس نہیں ہوتے۔ یہ تو آپ کے اختیار میں ہے۔ دانے کی growth روکنا آپ کے اختیار میں نہیں ہے کہ تم دس دن رک جاؤ، دس دن بعد تمہیں کھاد ملے گی لیکن اس اسمبلی کا اجلاس بلانا تو آپ کے اختیار میں ہے۔ اسمبلی کے اجلاس باقاعدگی سے ہوں گے، عوامی نمائندے یہ مسئلے مسائل اس اسمبلی کے سامنے پیش کریں گے تو ان پر کوئی عمل ہوگا۔ good governance کے نعرے بڑے

لگائے جاتے ہیں یہ ساری چیزیں failure of governance ظاہر کر رہی ہیں کہ کھاد distribute نہیں ہو رہی، بھل صفائی نہیں ہو رہی۔ یہ اپوزیشن والے نہیں کہہ رہے بلکہ treasury والے دوست بھی کہہ رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لغاری صاحب! آپ ان مسائل پر اسمبلی میں کوئی چیز لے کر آئے ہیں؟ یہ تو آج آپ ایک پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں۔ اگر ہم آپ کے کہنے پر rules معطل کر کے کچھ بھی لے سکتے ہیں تو ہم اتنے important matter کو بھی لے سکتے تھے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میرے کہنے پر پھر آپ دسمبر میں اسمبلی کا session بلا لیتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں صرف آپ کی بات نہیں کر رہا۔ یہاں پر کسی بھی طرف سے جتنے ممبران بات کر رہے ہیں اگر اتنے بڑے issues تھے۔ ہم نے قواعد کو پس پشت نہیں ڈال دینا، کس نے move کیا ہے؟ (قطع کلامیاں)

لغاری صاحب! بات صرف اتنی سی ہے۔ ایک issue raise ہوا، اس کا ہم نے نوٹس لے لیا اور اس کو ہم نے لمبا نہیں کیا۔ Minister for Irrigation is coming. وہ بھی آکر reply دے دیں گے، Minister for Law, agriculture کو بھی دیکھ رہے ہیں انہوں نے کہا کہ تمام ممبران جس جس کا یہ مسئلہ ہے وہ تمام stake holders آکر بیٹھ جائیں اور بات کر لیں۔ اس کے اندر جو decision ہوگا وہ اسمبلی کے اندر بتا دیا جائے گا اور پھر اس پر عمل کرایا جائے گا۔ (قطع کلامیاں) یہ آج کے لئے بلایا ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ ہو سکتا ہے کہ تین دن میں ساری بھل صفائی ہو جائے گی۔ اگر آج Agriculture Secretary آکر decide کرتے ہیں کہ کھاد کی قلت کو دور کر دیا جائے گا تو کیا وہ الہ دین کے چراغ کے ساتھ یہ سارا ایک دو دن میں کر دیں گے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: میری بات سنیں۔ ابھی ہاؤس کا business بہت زیادہ ہے۔ ابھی Minister for Finance نے pre-budget speech بھی کرنی ہے اور اس کے علاوہ بھی ہم نے اپنا تمام کام ختم کرنا ہے تو اس لئے میرے خیال میں اس پر ابھی تک جو بات ہو چکی ہے That is sufficient۔ جی، شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! لغاری صاحب نے بڑا اچھا point raise کیا ہے۔

ہائے میرے قتل کے بعد کی اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زودِ پشیماں کا پشیماں ہونا

جناب والا! یہ حقیقت ہے کہ 1970 میں اسمبلی کے ایک سو ستر working days ہوتے تھے اور اب ستر working days ہیں اور یہی نکتہ بار بار لغاری صاحب کے دورِ اقتدار میں اٹھایا گیا تھا۔ شکر ہے آج ان کو احساس ہوا ہے اگر یہ اس وقت احساس کر کے اسمبلی کا time period بڑھا دیتے، واقعی صحیح ہے کہ جب اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہوتا ہے تو بہت سارے مسائل حل ہو جاتے ہیں تو اس لئے انہیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہ پورے پانچ سال رہے ہیں اس وقت اس نکتے کو بھی اٹھا لیتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، میاں صاحب! دو منٹ میں بات کر لیں، پھر میں نے آگے تحاریک استحقاق لینی ہیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! بے حد شکریہ آپ نے توجہ فرمائی ہے۔ ہم تو سمجھ بیٹھے تھے شاید ہم کوئی سوتیلے ہیں۔ آج زیر بحث بات بھل صفائی، کھاد کا نہ ملنا اور پانی کی کمیابی کے حوالے سے ایک ایسے موضوع پر بات کرنا چاہوں گا جو چھپے ہوئے ہیں، جو زیادہ نظر نہیں آ رہے۔ آج چونکہ محکمہ خوراک کے حوالے سے بھی یہاں ہاؤس میں discuss ہوتی رہی، ہم اس وقت تک غذائی خود کفالت حاصل نہیں کر سکتے جب تک مناسب مقدار میں کھاد فراہم نہ کی جائے۔ اس میں، میں تھوڑی سی یہ بھی عرض کر دوں کہ ہم نے اپنے کارخانے تو فروخت کر دیئے اور میں نے چیف منسٹر صاحب سے بھی ایک میٹنگ میں یہ بھی کہا تھا کہ جب تک ترقی پذیر ملکوں میں پرائیویٹ سیکٹر اور پبلک سیکٹر دونوں ساتھ ساتھ نہیں چلیں گے کھاد جیسے معاملات حل نہیں ہو سکتے۔ اب ہمارے ہاں کھاد کی production تو پوری مقدار میں نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ کھاد درآمد کی جاتی ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ کھاد وفاقی حکومت نے درآمد کرنی ہے۔ وفاقی حکومت نے وقت پر کھاد درآمد کیوں نہیں کی ہے؟ جب دیر سے درآمد کی گئی ہے تو وہ گوادر میں dump کیوں کر دی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ کاشت کاروں کو کھاد نہیں مل رہی ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات پانی کی ہے۔ پانی کی کمیابی کی وجہ سے بھی ہم غذائی خود کفالت حاصل نہیں کر سکتے ہیں۔ پانی کی کمیابی کی بھی بہت ساری وجوہات ہیں، اس کی وجہ صرف بھل صفائی

نہیں ہے۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ پانی کے جو وسائل میسر ہیں اس کی تقسیم میں discrimination ہے۔ ہر صوبے میں الگ الگ water allowance مقرر ہے۔ یہ لوگوں کے ساتھ discrimination کی گئی ہے۔ کہیں water allowance زیادہ ہے اور کہیں کم ہے۔ پانی کی کمیابی کا دوسرا factor بھارت کا ہے، اس نے دریائے چناب اور دریائے جہلم پر ڈیم اور بہت سارے ایسے project بنا دیئے ہیں جس کی وجہ سے وہ پاکستان کو روزانہ 8ہزار کیوسک پانی کم دے رہا ہے۔ یہ World Bank کی رپورٹ ہے اور یہ بھی توجہ طلب بات ہے کہ ہمارے وردی اور بوٹوں والوں نے اس پر توجہ کیوں نہیں دی کہ بھارت سے ہم اپنے حصے کا پانی حاصل کر سکتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! ادھر general discussion نہیں ہو رہی ہے۔ پوائنٹ آف آرڈر پر اتنی لمبی بات نہیں ہو سکتی۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! سب ہیڈ سے جو ٹیل نکلتی ہیں ان کی بھل صفائی ہو رہی ہے۔ انجینئرنگ کے نکتہ نگاہ سے ٹھیک ہے اس میں لاکھوں کروڑوں روپے کا گھپلا ہو رہا ہے لیکن میں نے اس معزز ایوان میں جو point آپ کے گوش گزار کرنا ہے وہ یہ ہے کہ دریا کا ہیڈ جہاں سے نہر نکلتی ہے اس main line کی سو سال سے کسی نے بھل صفائی نہیں کی اور اس پر کبھی کسی نے بات بھی نہیں کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ آپ کی بات record پر آ گئی ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ایک جملے میں بات یہ ہے کہ یہ اصلاح احوال کیوں نہیں ہوتی ہے؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے:

ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے
انجامِ گلستاں کیا ہوگا

بہت شکریہ۔ جناب!

جناب ڈپٹی سپیکر: ماشاء اللہ۔ جی، آمنہ بٹر صاحبہ!

ڈاکٹر آمنہ بٹر: جناب سپیکر! کھاد کے سلسلے میں، میں بھی بات کرنا چاہوں گی کہ جب تک ہم elite culture and nepotism کا خاتمہ نہیں کریں گے تب تک یہ تمام مسائل حل نہیں ہوں گے۔ چنیوٹ کو اب ضلع کا درجہ بھی دے دیا گیا ہے وہاں پچھلے سات دن سے کھاد نہیں آئی ہے۔ اگر distribution companies کو فون کریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے پورے پاکستان کو سپلائی

کرنی ہے، جس کا فون چلا جاتا ہے وہاں پر کھاد کی سپلائی ہو جاتی ہے۔ ایک standardized procedure ہونا چاہئے، جس میں تمام شہروں اور دیہات کے تمام areas کو priority دی جائے اور وہاں پر کھاد سپلائی کی جائے۔ اگلا ship 12 تاریخ کو آئے گا تب تک کاشت کار اور خاص طور پر چھوٹے کاشت کاروں کا کیا بنے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: اسی لئے سیکرٹری ایگریکلچر کو بلایا گیا ہے آپ ساڑھے تین بجے جائیں، میٹنگ کریں اور وہاں پر یہ سارے points raise کریں اور اس کے بعد اسمبلی کے اندر اس پر بات ہو گی۔ آپ کا بہت شکریہ۔ جی، شاہ صاحب!

سید ابرار حسین شاہ: جناب سپیکر! میں بڑے ادب سے ایک عرض کروں گا کہ گندم کے issue پر ہر طرح سے بات ہو رہی ہے جس میں پانی، کھاد اور ملوں کا issue بھی چل رہا ہے۔ آپ کی وساطت سے میری طرف سے حکومت کو ایک request ہے کہ دو ماہ میں تقریباً فصل mature ہونے والی ہے انہوں نے فروخت کے متعلق جو بھی پالیسی بنالی ہے یا بنانے والے ہیں اس کو واضح کریں تاکہ زمیندار کو قبل از وقت معلوم ہو جائے کہ اس ریٹ سے اس کی گندم فروخت ہو گی اور انہیں اس کی قیمت اس طرح حاصل ہو جائے گی تاکہ وہ اچھے طریقے سے اپنی فصل بیچ سکیں۔ کوئی کاروباری یا بزنس مین فائدہ نہ اٹھا جائے اور اصل grower کو فائدہ ہو۔ اس میں، میں ایک request کروں گا کہ بھل صفائی کے حوالے آپ جو مرضی فیصلے کریں لیکن انہیں تھوڑا سا پابند کر دیں کہ بھل صفائی کے period کے اندر رہ کر یہ مکمل کریں تاکہ فصل کو جو دوسرا پانی ملنا ہے وہ ٹائم پر مل سکے۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سیال صاحب!

جناب نجف عباس خان سیال: جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے شعر پڑھا ہے کہ:

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہو گا

ان کا اشارہ کس طرف تھا؟ کیا ان کا اشارہ پنجاب حکومت کی طرف تھا یا وفاقی حکومت کی طرف تھا؟ یہ وضاحت فرمادیں۔ (شیم، شیم)

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ اشارہ کسی طرف بھی ہو سکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ اب ہم تحاریک استحقاق لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 2 رائے عمر فاروق کھرل صاحب کی ہے جو آج تک کے لئے pending تھی۔ رائے صاحب موجود نہیں ہیں اس لئے یہ تحریک استحقاق دوبارہ pending کی جاتی ہے۔ اس کے بعد محترمہ سکینہ شاہین صاحبہ کی تحریک استحقاق ہے وہ بھی موجود نہیں ہیں اس لئے ان کی تحریک استحقاق بھی pending کی جاتی ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب ڈپٹی سپیکر: اب تحاریک التوائے کار کا وقت شروع ہوتا ہے اور شیخ علاؤالدین صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 999/08 ہے۔ جی، شیخ صاحب!

سابقہ تاریخوں کے stamp papers کی بآسانی دستیابی سے مقدمہ بازی کی بھرمار اور عوام کا جائیدادوں سے محروم ہونا

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ زرعی اور سکنی جائیدادوں کے زیادہ تر مقدمات اور فراڈ کی بنیاد پرانی تاریخوں میں stamp papers کا بآسانی حصول ہے۔ یہ امر اس معزز ایوان کے لئے انتہائی لمحہ فکریہ ہونا چاہئے کہ مخصوص اشٹام فروشوں اور وثیقہ نویسوں کے پاس پچاس سال سے زائد تک پرانے stamp papers اب بھی منہ مانگی قیمت پر دستیاب ہیں۔ یہ امر بھی باعث حیرت ہے کہ فوت شدہ اشٹام فروشوں کے رجسٹروں میں اندراج ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ پرانی تاریخوں میں حاصل کردہ ان stamp papers پر زندہ اور مردہ جائیدادوں کے مالکان اور ان کے وارثان کو مسلسل مسائل اور خطرات کا سامنا ہے۔ بے شمار لوگ بیوائیں اور یتیم بچے اس بدنام مافیا جن گروہوں میں بڑے بڑے نام شامل ہیں جن کے ہاتھوں وہ کروڑوں کی جائیدادوں سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔ اس وقت ہزاروں سول / فوجداری مقدمات کی بنیاد

جس میں زیادہ تر declaratory suits اور specific performance suits خاص طور پر قابل ذکر ہیں اور یہ سب پچھلی تاریخوں میں stamp papers کی دستیابی کی وجہ سے ہے۔ یہ امر بھی کوئی پوشیدہ نہ ہے کہ متنازعہ جائیدادوں کی خرید و فروخت کے ذریعے اربوں روپے کا ناجائز سرمایہ دھڑلے سے اکٹھا کیا جا رہا ہے اور مظلوم لوگ اپنے بزرگوں کی جائیدادوں کے بچاؤ میں کئی کئی دہائیوں سے عدالتوں کے دھکے کھا رہے ہیں۔ وقت آگیا ہے کہ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر صوبہ بھر میں تمام stamp papers کی فروخت چاہے وہ 5 روپے کا ہو، بنک چالان کے ذریعے کی جائے اور بنک چالان کی ادائیگی بھی صرف اور صرف لوکل بنک پے آرڈر کے ذریعے کی جائے۔ stamp papers کی پشت پر pay order کا نمبر، فریقین کے نام اور جائیداد کی تفصیل کا اندراج لازم قرار دیا جائے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک میں محترم شیخ صاحب نے جس بات کا notice لیا ہے اس میں یہ بالکل حقیقت ہے کہ stamp papers کی خرید و فروخت میں اس طرح کے گھپلے ہو رہے ہیں اور لوگوں کو کافی پریشانی کا سامنا ہے۔ اس کا جو محکمے نے جواب بھیجا ہے اس کا جو متعلقہ حصہ ہے وہ میں معزز ایوان کے لئے پڑھ دیتا ہوں۔ اس میں یہ ہے کہ بورڈ آف ریونیو پنجاب میں یہ تجویز زیر غور ہے کہ جعلی اور پرانی تاریخوں میں stamp papers کے حصول کو ناکام بنانے کے لئے ہر stamp paper پر کرنسی نوٹ کی طرح سیریل نمبر چھاپا جائے۔ اس سلسلہ میں مورخہ 2008-11-4 کو بورڈ آف ریونیو میں اجلاس بلایا گیا جس میں زیر صدارت سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو، چیف کنٹرولر آف satmps کراچی، اسسٹنٹ منیجر پاکستان سکیورٹی پرنٹنگ کارپوریشن کراچی اور چیف انسپکٹر treasury پنجاب فنانس ڈیپارٹمنٹ نے شرکت کی تھی۔ اس جواب میں ذکر ہے کہ اجلاس 2008-11-4 کو منعقد ہوا تھا۔ میرا خیال ہے کہ یہ جواب update نہیں ہے کیونکہ 2008-11-4 کے بعد کوئی میٹنگ ہونی چاہئے تھی اور اس معاملے کو finalize ہونا چاہئے تھا۔ اس تحریک میں جو تجاویز محترم شیخ صاحب نے دی ہیں ان پر بھی غور ہونا چاہئے۔ آپ اس تحریک التوائے کار کو pending کر لیں تو میں اس سلسلے میں بورڈ کی ایک میٹنگ arrange کرواتا ہوں اور شیخ صاحب سے بھی گزارش کروں گا کہ وہ بھی اس

میں حصہ لیں تاکہ اس معاملے میں ایک بہتر لائحہ عمل سامنے آئے اور اس کے مطابق لوگوں کو اس مشکل سے نجات ملے۔

چوہدری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! شیخ صاحب کی تحریک التوائے کار اگر منظور ہوتی ہے کہ stamp paper کی back side پر voucher کا نمبر، draft کا نمبر آنا چاہئے اور پارٹی کے نام اور جائیداد کی تفصیل آنی چاہئے۔ اس پر جس طرح وزیر قانون نے فرمایا کہ سیریل نمبر آنا چاہئے تو اس میں، میں ایک چیز کا اور اضافہ کروں گا کہ جو بھی stamp paper print ہو تو اس پر سال بھی print ہونا چاہئے جو اس سال میں فروخت ہو جائیں تو ٹھیک ہے اور جو بچ جائیں تو وہ خزانے میں واپس جمع کروا دیئے جائیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی، شیخ صاحب!

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! وزیر قانون نے جو فرمایا ہے یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا اور آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کیونکہ آپ خود ایک اچھے وکیل ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ سیریل نمبر میں بھی جتنے فراڈ ہوتے ہیں، یہاں پر تو ایک بانڈ نکل آئے تو اس نمبر کا بانڈ بن جاتا ہے۔ اگر پانچ کروڑ یا اڑھائی کروڑ کا بانڈ نکل آئے تو اس سیریل نمبر کا بانڈ بازار میں آ جاتا ہے اور سیریل نمبر پر بھی فراڈ ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! میری گزارش ہے اور آپ جانتے ہیں کہ تیس سال تک کا document اگر unregistered بھی ہے تو اس کی وجہ سے کتنی litigation ہے۔ آپ کے علم میں بھی ہے، میرے علم میں بھی ہے اور PLD میں بھی ہے کہ مرے ہوئے لوگوں کی بیویاں کھڑی ہو گئیں کہ اس نے تو میرے ساتھ 1960 میں شادی کی تھی اور یہ نکاح نامہ ہے۔ اس وقت ملا یعنی مولوی بھی مر گیا اور اس کی اربوں روپے کی جائیداد کا جھگڑا پڑ گیا۔ وہ بیوی صاحبہ سپریم کورٹ تک جا رہی ہیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ ہم نے عوام کو اس عذاب سے بچانا ہے۔ اس کے لئے ایک سادہ حل یہ ہے کہ بنکوں کو pay orders کے تحت اس میں involve کیا جائے کیونکہ pay order اور draft کی اطلاع شام 6 بجے تک بنک نے دینی ہوتی ہے کہ آج فلاں برانچ سے اتنے pay order issue ہوئے۔ اس کا ایک طریق کار ہوتا ہے۔ ویسے تو مجھے یہ بھی خوف ہے کہ کل کو اس کا بھی کوئی طریقہ نہ نکال لے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اس پر فوری طور پر کچھ کیا جائے۔ اس کے علاوہ جو کمیٹی بنی ہوئی ہے وہ ضرور کچھ کر رہی ہو گی۔ اسی کمیٹی کو یہ بھی کہہ دیں کہ آپ اس کو بنکوں کے ذریعے

چلائیں۔آپ جانتے ہیں کہ 4/4روپے کے stamp papers پر کیا کیا ہوا ہے۔اس کے علاوہ میری حکومت سے درخواست ہے کہ retrospective effect ایک lawبننا چاہئے کہ اگر پانچ سال تک کوئیdocument جس کو سورج کی روشنی نہیں دکھائی گئی جو باہر نہیں آیا، حتیٰ کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو فوری طور پر منظر عام پر نہیں آیا یاdeclareنہیں ہوا تو اس کی بنیاد پر کوئی claim نہ مانا جائے۔ ہم اس قوم پر بہت بڑا احسان کریں گے کہ اگر ہم نے یہ کام کر دیا۔آپ جانتے ہیں کہ تعمیل مختص کے زیادہ تر مقدمات اس وقت ہیں تو ان کی بنیاد یہی فراڈ یئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ بات اس لئے بتانا چاہتا ہوں کہ میرا کوئی بھائی نہیں ہے لیکن آپ یقین کیجئے کہ کراچی میں میرا ایک بھائی 2004 میں پیدا ہو گیا اور اس نے ایک معاہدہ میری ماں کی طرف سے دکھایا کہ میرا اس سے اختلاف ہے۔ میں by air پولیس لے کر گیا پھر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس کی وکیل دونوں عورتیں تھیں۔ میں نے ان کو پکڑوایا۔ یہ ایک لمبی storyہے۔ میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر ہم نے لوگوں کو بچانا ہے تو ہمیں فوری طور پر کم از کم stamp papers کی فروخت کے اندر بنکوں کو involveکرنا چاہئے۔ یہ صرف ایک executive orderکا مسئلہ ہے۔اگر آج وزیر اعلیٰ ایک executive order issue کریں کہ آج کے بعد کوئی stamp paperچاہے 5روپے کا ہی کیوں نہ ہو وہ بنکوں کے ذریعے جائے گا تو ہم بہت سے لوگوں کو بچالیں گے باقی رہ گئی retrospective effectکہ پیچھے کیا ہوا ہے تو اس کے لئے جناب وزیر قانون خود بہت جانتے ہیں۔ وہ اس پر کچھ نہ کچھ کریں۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں یہ ایک بہت اہم issueہے۔اس وقت جو litigationچل رہی ہے اور اگر ہم کوئی ایسا سسٹم بنالیں تو ہم 40 سے 50 فیصد litigationکم کر سکتے ہیں اور جس طرح Law Ministerصاحب نے کہا ہے کہ میٹنگ میں شیخ صاحب کو شامل کر لیں اور فوری طور پر اس پر عمل کرایا جائے۔ لہذا اس کو pendingکیا جاتا ہے۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! میری بھی ایک تحریک التوائے کار ہے اسے آپ out of turn لے لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں ابھی دیکھتا ہوں۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! کل میری بھی زمیندار اکالج والی تھی اسے بھی out of turnلے لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

جناب نجف عباس خان سیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، سیال صاحب!

جناب نجف عباس خان سیال: جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ نیچے اسمبلی میں ہمارے لئے جو آپ نے ڈسپنسری بنائی ہوئی ہے اس میں پہلے طریق کار یہ ہوتا تھا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: سیال صاحب! میری عرض سنیں۔ تحریک التوائے کار کا وقت آدھا گھنٹہ ہوتا ہے جب وہ آدھا گھنٹہ ختم ہو جائے پھر آپ پوائنٹ آف آرڈر پر ضرور کھڑے ہوں۔ گھرال صاحب! آپ سیکرٹری اسمبلی کو بتا دیں۔ جب تحریک التوائے کار مجھ تک پہنچے گی تو پھر میں لے لیتا ہوں۔ تحریک التوائے کار نمبر 1000/08 شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔

سمبڑیال (سیالکوٹ) میں ڈبل شاہ کے ایجنٹ کا فراڈ

شیخ علاؤالدین: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ معزز اراکین کے علم میں ہے کہ ملکی تاریخ کا ایک بہت بڑا فراڈ (ڈبل شاہ فراڈ) جس کے متاثرین کی تعداد تقریباً 2400 افراد سے زیادہ ہے اور جن سے ساڑھے پانچ ارب روپے کی رقم سے زائد لوٹی گئی تھی۔ نیب کی کوششوں سے اب تک تقریباً 60 کروڑ کی رقم صرف 800 متاثرین میں تقسیم ہو سکی ہے۔ اس عظیم فراڈ کی بازگشت ابھی ہر طرف سنی ہی جا رہی ہے کہ اس جیسا ایک اور فراڈ منظر عام پر آ گیا ہے۔ سمبڑیال ڈسٹرکٹ سیالکوٹ کے ایک شیخ فیاض حسین جو پیشہ کے لحاظ سے ایک کسان ہے لوگوں کو اپنے ایجنٹوں کے ذریعے رقم دگنی کرنے کا لالچ دے کر ایک سو پچاس ملین روپے کی رقم سے اب تک محروم کر چکا ہے۔ فیاض حسین کے فی الحال known متاثرین کی تعداد 356 ہے اور اس کا اب تک معلوم کردہ حلقہ متاثرین پنتالیس دیہاتوں جو سمبڑیال کے ارد گرد ہیں پر مشتمل ہے اس نے بھی آزمودہ طریق کار کے مطابق ستر دن میں رقم دگنی کرنے کے وعدہ پر کمال ہوشیاری سے لوگوں کو لوٹ لیا۔ اس کے متاثرین میں زیادہ تر متوسط طبقے کے لوگ ہیں۔ معزز ایوان کی توجہ اس پہلو کی جانب بہت ضروری ہے

کہ اب جبکہ نیب کو ختم کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے تو ایسے فراڈ کے متاثرین کے لئے نیب کے ختم ہونے کے بعد کیا ہو گا؟ دوسرا اہم پہلو یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آخر اس قسم کے فراڈ آج اکیسویں صدی میں بھی اتنے طاقتور میڈیا کے باوجود کیوں نہیں رک رہے؟ ڈبل شاہ کیس 2006 میں منظر عام پر آیا تھا، پاکستان بھر میں اس کی بھرپور تشہیر ہوئی تھی اس کے باوجود ضلع سیالکوٹ میں اب فیاض حسین کیس منظر عام پر آ گیا ہے اور عوام کی بہت بڑی تعداد کو لوٹ لیا گیا ہے۔ ادارے خراب نہیں ہوتے ان کو خراب کیا جاتا ہے۔ قانون نافذ کرنے والا ہر ادارہ کسی نہ کسی کے مفاد کے خلاف ہوتا ہے۔ جب ان طبقات کے مفادات پر زد پڑتی ہے تو ان کے دباؤ میں اداروں کو ہی ختم کرنا کوئی اچھی بات نہ ہے۔ ہر ادارے کی کارکردگی اس کی بنیاد ہونی چاہئے اگر ایسے ہی ہوتا رہا تو کل کلاں انٹی کرپشن کا ادارہ بھی اسی طرح ختم کیا جا سکتا ہے۔ اس اہم معاملے پر ہر معزز رکن کا نہ صرف اظہار ضروری ہے بلکہ اس ایوان کا فرض اولین ہے کہ ہمیشہ کے لئے اداروں کے مستقبل کے criteria کا تعین کر لیا جائے جو مخصوص طبقات کے مفادات سے بالاتر ہو۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے لئے مزید ضروری ہے کہ میڈیا کی زیادہ سے زیادہ خدمات حاصل کی جائیں تاکہ لوگ اس فراڈ سے بچ سکیں۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جو لوکل ایڈمنسٹریشن سے جواب موصول ہوا ہے اس کے مطابق فیاض حسین شاہ موضع کولو کا رہائشی ہے جو کہ سابق ڈبل شاہ کا ساتھی ایجنٹ تھا۔ ڈبل شاہ کے ساتھ مل کر وہ لوگوں سے رقم دگنی کرنے کے لئے پیسے حاصل کرتا تھا۔ ڈبل شاہ کے گرفتار ہونے پر فیاض حسین شاہ مذکور بیرون ملک چلا گیا۔ اس وقت ضلع ہذا کی حدود میں فیاض حسین شاہ نامی شخص لوگوں سے رقم دگنی کرنے کا جھانسا دے کر کوئی رقم وصول نہ کر رہا ہے۔ معزز رکن اسمبلی کی پیش کردہ تحریک التواء کار میں درج شدہ حالات و واقعات موجودہ حقائق کے مطابق enquire کیا گیا ہے لیکن اس میں کوئی چیز سامنے نہیں آئی۔ فیاض حسین شاہ نے ڈبل شاہ کے دور میں رقم دگنی کرنے کے لئے لوگوں سے پیسے لئے تھے جو کہ اس وقت دگنی کرنے کے لئے کوئی شخص کسی سے رقم وصول نہ کر رہا ہے۔

جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ لوکل ایڈمنسٹریشن پولیس کی رپورٹ ہے کہ اس نام کا کوئی آدمی وہاں پر نہیں ہے جو کہ اس وقت کسی سرگرمی میں ملوث ہو۔ یہی آدمی تھا لیکن وہ ڈبل شاہ

کا ایجنٹ تھا جو اسی دور میں لوگوں سے پیسے لیتا رہا۔ جن متاثرین کا ذکر شیخ صاحب فرما رہے ہیں وہ بھی اسی دور کے ہیں لیکن شیخ صاحب کے پاس اگر اس کے علاوہ کوئی information ہے یا کوئی ایسے لوگ ہیں جن کے ساتھ ان دنوں میں کوئی فراڈ ہوا ہے تو میں ان سے گزارش کروں گا کہ وہ ہمیں اس کی information دیں تو ہم اِس وقت fresh inquiry کروا لیتے ہیں اور اس پر قانونی کارروائی کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب! ٹھیک ہے؟

شیخ علاؤالدین: جی، میں اس کو press نہیں کرتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: شیخ صاحب چونکہ مزید press نہیں کرتے لہذا یہ تحریک التوائے کار dispose of کی جاتی ہے۔اب تحریک التوائے کار نمبر 40/09 سید مخدوم احمد صاحب کی ہے۔

چک نمبر 95/P اور 98/P تحصیل رحیم یار خان کی اراضی سے مزارعین کی بے دخلی اور سب رجسٹرار خانیوال کا اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے بااثر افراد کے نام انتقال کرنا

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 7۔اپریل 2005 کو تحصیل رحیم یار خان کے رہائشی سید اکرام علی ولد سید ممتاز عالم حال مقیم سول لائن سٹاف کالونی خانیوال میں بذریعہ مختار نامہ عام منجانب مس الزبتھ جان رابرٹس دختر مونا گریٹ رابرٹس حال سکنہ U.K. اور دیگر آٹھ مالکان کی زرعی اراضی واقع بمقام چک نمبر 95/P اور چک نمبر 98/P تحصیل رحیم یار خان تعدادی 3999 کنال پانچ مرلے (تقریباً 500 ایکڑ) بعوض مبلغ -/3,81,70,000 روپے بذریعہ انتقال بنام چودھری مونس الٰہی ولد چودھری پرویز الٰہی قوم جٹ سکنہ گلبرگ لاہور منتقل کر دی جس میں یہ امر انتہائی اہم ہے کہ لندن سے جاری ہونے والے مختار عام پر مکمل پتا ہے، نہ ہی پاسپورٹ وغیرہ کی کاپیاں لف ہیں اور نہ ہی یہ سفارت خانہ سے تصدیق شدہ ہیں۔اس کے باوجود سب رجسٹرار خانیوال نے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے مذکورہ انتقال اراضی کر دیا جو کھلی جعل سازی ہے۔ چونکہ مذکورہ اراضی جس پر سینکڑوں مزارعین محنت مشقت کر کے اپنا

اور اپنے بچوں کا پیٹ پال رہے تھے کو زبردستی بے دخل کر دیا گیا جس کی وجہ سے وہاں کے مزارعین اور صوبے کے عوام میں بے چینی اور اضطراب پایا جا رہا ہے لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ وہی معاملہ ہے جس پر کل بھی تھوڑی سی بات ہوئی تھی۔ یہ مسٹر رابرٹس 1940 میں یہاں پر تھا اس کے بعد چلا گیا، پھر پتا نہیں انہوں نے اس کی باقیات کہاں سے تلاش کیں یا کس کو اس رابرٹس کی مس رابرٹس بنا دیا۔ اس کے بعد پٹواریوں سے کہا تو انہوں نے اپنے بستے 1940 سے سیدھے کرنے شروع کئے جو 2006 یا 2008 تک سیدھے کئے اور پھر پورا انتقال سے انتقال آگے ملایا۔

(اذان ظہر)

جناب سپیکر! غالباً کل اپوزیشن کے ایک رکن بات کر رہے تھے تو اسی دوران اذان شروع ہو گئی تو انہوں نے کہا کہ دیکھیں کہ میری بات سچ ہونے کی ایک گواہی ہے تو اب آپ دیکھ لیں کہ اس وقت صوبے کے بے زمین ہاری حق دار جو تھے یعنی چودھری مونس الٰہی ولد چودھری پرویز الٰہی پھر ان کے نام اس کی رجسٹری کروا دی گئی اور پھر اس بات کا بندوبست کیا گیا کہ وہاں پر بیٹھے ہوئے مزارعین کو پولیس کی مدد سے ڈنڈے مار کر نکال دیا جائے کیونکہ وہ سارے صاحب حیثیت ہیں لہذا ان لوگوں کو زمین کاشت کر کے اپنی روٹی چلانے کا موقع دیا جائے کیونکہ یہ انتہائی حق دار لوگ ہیں۔ انہی کا حق ہے کہ اس ملک کی زمینوں پر قبضے کریں اور یہی کاشت کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ معاملہ پہلے بھی 2007 میں، میں نے ایک تحریک التوائے کار کے ذریعے اٹھایا تھا اور اس کے بعد مجھے افسوس ہے کہ اس وقت کے وزیر قانون و پارلیمانی امور میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے ایک رجسٹری دکھائی اور کہا کہ ہم نے رجسٹری اس کے ذریعے سے یہ زمین withdraw کر دی ہے اور ہم نے اپنا حق ختم کر دیا ہے لیکن بعد میں کیا یہ کہ زبانی انتقال کروا لیا گیا تو میں اس کو concede کرتا ہوں کہ اس پر آپ جس دن مناسب سمجھیں House کی sense لے لیں اور rules کے مطابق اس پر دو گھنٹے بحث ہونی چاہئے تو آپ اس پر بحث کے لئے ٹائم مقرر کر دیں۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ میں احمد محمود صاحب کو اس بات کی یقین دہانی کراتا ہوں کہ اس پر صرف بحث نہیں ہو گی بلکہ اس پر جو legal action required ہے وہ بھی ہم کریں گے اور ان سینکڑوں مزارعین کو جن کی حق تلفی ہوئی اور ان کے ساتھ یہ ظلم ہوا ہے ان کا حق بھی ان کو دلوائیں گے۔(نعرہ ہائے تحسین)

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! میں سب سے پہلے اس ایوان میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میرا کوئی ایسا ارادہ نہیں ہے کہ کسی کی کردار کشی کرنا یا کسی پر کیچڑ اچھالنا۔ یہ ایک عوامی نوعیت کا معاملہ اور یہ بڑا سنگین معاملہ ہے۔ سنگین اس لئے ہے کہ بحث میں جائے بغیر میں صرف اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ اگر مونس الٰہی اس وقت وزیراعلیٰ پنجاب کے بیٹے نہ ہوتے تو یہ زمین انہیں نہ ملتی تو اس زمین کو حاصل کرنے کے لئے criteria ایک خریدار کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ criteria اس زمین کو حاصل کرنے کا وزیراعلیٰ کے بیٹے کی حیثیت سے ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ پانچ سو ایکڑ زمین ہے جو انہوں نے اپنے نام کروائی ہے۔ اس پر مزارعین بیٹھے ہیں اور مزارعین کا پہلے حق ہوتا ہے۔ اگر زمین بک بھی رہی ہے اور سارا ایوان یہ جانتا ہے کہ مزارعین کو یہ حق دیا جاتا ہے۔ کیا ان غریب مزارعین جو پشتوں سے اسے کاشت کر رہے ہیں انہیں اس زمین کو خریدنے کا حق دیا گیا؟

تیسری بات یہ ہے کہ مجھے یہ بتایا جائے، یہ میرے پاس رجسٹری ہے، 3 کروڑ 81 لاکھ 70 ہزار روپے میں زمین خریدی جا رہی ہے۔۔۔

ملک اقبال احمد لنگڑیال: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

ملک اقبال احمد لنگڑیال: جناب سپیکر! یہ جو کہہ رہے ہیں نہ کہ زمین کا حق صرف مزارعوں پر ہے تو مالک جس کو چاہے بیچ سکتا ہے اس میں کوئی پابندی نہیں ہے اور جو اس کی قیمت زیادہ دے گا وہ اس کو خرید سکے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، یہ بالکل صحیح بات ہے۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب سپیکر! میں اس کی بحث میں نہیں جانا چاہتا بلکہ صرف دو تین باتوں کی طرف وزیر قانون صاحب کی توجہ دلوانا چاہتا ہوں کہ ان issues پر انکوائری کی جائے۔ سب سے اہم

بات یہ ہے کہ جس آدمی نے انتقال کروایا ہے اور جس کے نام مختار عام تھا اس کا نام سید محمد اکرام علی ولد سید ممتاز عالم، رہنے والا یہ خانیوال کا ہے اور پتا لکھا ہوا ہے حال چک 95/P تحصیل رحیم یار خان اور اس شخص کو مس الزبتھ بھی جو کہ سکنہ U.K ہے وہ اپنی ساری جائیداد فروخت کرنے کی اجازت نمبر 2 پر Mr. Hogue، نمبر 3 پر مسٹر مائیکل، نمبر 4 پر Mrs. Roth اور نمبر 5 پر Mrs. Richard کو دے رہی ہے۔ اب یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ تو کوئی تماشا بھی اس طرح سے نہیں چلتا اور مجھے افسوس ہے کہ اس House میں ایسے اراکین اس وقت بھی موجود ہیں جو اس سنگین مسئلے کو defend کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! یہی accountability ہوتی ہے۔ جب یہ House accountability کے قابل نہیں رہے گا تو پھر اور ادارے accountability کرنے کے لئے آتے ہیں جس کا آپ کو اور ہم سب کو اندازہ ہے لہذا یہ مسئلہ سنگین نوعیت کا ہے۔ یہ مسئلہ رحیم یار خان کا نہیں ہے۔ یہ پورے پنجاب کا مسئلہ ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ گجرات کے وزیراعلیٰ کا بیٹا رحیم یار خان میں جا کر زمین پسند کرے اور 500 ایکڑ کا انتقال، رنجیت سنگھ کے بعد اتنا بڑا انتقال پاکستان کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا کہ 500 ایکڑ کا انتقال ایک شخص کے نام ایک دن میں ہو جائے۔ اگر ہوا ہے تو اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ ہم بھی زمیندار ہیں، سوا ایکڑ، دو سوا ایکڑ آپس میں والد کی طرف سے بیٹے کو اور بیٹے کی طرف سے پوتے کو چلا جاتا ہے لیکن 500 ایکڑ کا ایک انتقال تو ہم نے کبھی نہیں سنا لہذا یہ سارا mala fide ہے اور یہ سارا فراڈ ہے اور یہ سب زیادتی ہے اور اس میں ریونیو ڈیپارٹمنٹ کی ملی بھگت ہے۔ اس میں E.D.Os اور D.C.Os سارے ملوث ہیں۔ میں اس وقت اسی ضلع میں تھا جب یہ موصوف اس زمین کے دورے پر آیا کرتے تھے تو ایسا پروٹوکول ہوتا تھا کہ لگتا تھا کہ شہنشاہ اکبر صاحب اس زمین پر اتر آئے ہیں اور زمین کے دورے کئے جاتے تھے اور مزارعوں کو ہراساں کیا جاتا تھا تو وہ بیچارے میرے پاس بھاگتے تھے کیونکہ میری اس وقت ضلع میں ایک اپوزیشن تھی تو میں انہیں تسلی دیا کرتا تھا کہ وقت آئے گا اور آپ کو یہ زمین واپس ملے گی۔ میں یہاں floor of the House request کرتا ہوں اس Chair سے بھی اور وزیر قانون سے بھی کہ اس ایوان کی ایک کمیٹی بنائی جائے اور اس میں (ق) لیگ کے ارکان زیادہ تعداد میں شامل کئے جائیں اور ایمان والے چن کر شامل کئے جائیں اور (ن) لیگ اور پیپلز پارٹی والے بے شک کم ہوں اور مجھے بے شک نہ ڈالا جائے۔ میرا ایمان ہے کہ اگر اس ایوان کی کمیٹی نے ایمانداری سے یہ فیصلہ کیا اور دیانت داری سے یہ فیصلہ کیا تو اس سے بڑا اور سنگین جرم اس اسمبلی کے کسی رکن نے اس سے پہلے نہیں کیا ہو گا۔ بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ایک تو یہ ہے کہ رجسٹری کی کاپی مخدوم صاحب کے پاس موجود ہے وہ آپ کی وساطت سے محترمہ آمنہ الفت صاحبہ کو فراہم کر دی جائے تاکہ وہ آج اپنا استعفیٰ دے دیں کیونکہ کل انہوں نے کہا تھا کہ اگر رجسٹری کی کاپی آ گئی تو میں استعفیٰ دے دوں گی۔

معزز ممبران حزب اقتدار: استعفیٰ دو۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): یہ کاپی مخدوم صاحب نے مجھے بھجوائی ہے تو میں آپ کی اجازت سے یہ کاپی آمنہ الفت صاحبہ کو بھجوا رہا ہوں کیونکہ یہ کہیں لے کر اسے دبا ہی نہ لیں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر! میں نے rules کے مطابق مخدوم سید احمد محمود صاحب کی تحریک التوائے کار پر بحث کے لئے کہا تھا کہ اس کے لئے کوئی وقت مقرر کر دیں لیکن شاید مخدوم صاحب کی intention یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اس پر ایک کمیٹی بن جائے جس میں House کے دونوں اطراف کے ممبران ہوں اور وہ رپورٹ پیش کریں۔ اگر مخدوم صاحب کی desire کو آپ ملحوظ خاطر رکھیں تو اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ بے شک اس پر کمیٹی بنا دیں اور دوسرا یہ ہے کہ سینئر ممبر بورڈ آف ریونیو خود ذاتی طور پر اس معاملے کی انکوائری کریں گے اور اس کی رپورٹ House میں بھی اور اگر آپ نے کمیٹی بنائی تو کمیٹی میں بھی دو ہفتوں کے اندر پیش کریں گے۔ اس سلسلے میں اگر آپ ان کی desire پر کمیٹی بنانا چاہیں تو ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: House کے اندر جس طرح تحریک التوائے کار پیش کی گئی rules یہ کہتے ہیں، rule 85 میں یہ ہے کہ اگر تحریک التوائے کار کو concede کیا جائے تو سپیکر اس تحریک کو ہاؤس میں put for voting کرتا ہے۔ اگر باسٹھ ممبران کہہ دیتے ہیں کہ اس پر بحث ہونی چاہئے تو پھر دن مقرر کر کے بحث ہوتی ہے اور وہاں اگر فیصلہ ہو جائے کہ اس کو کمیٹی کے پاس بھیجنا ہے یا کیا کرنا ہے تو اس کا طریق کار یہ ہے۔ لاء منسٹر صاحب! اگر ہم rules کو دیکھیں تو۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ہمیں by rules چلنا چاہئے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے اس کے طریق کار کے مطابق تحریک التوائے کار نمبر 40/2009 مخدوم سید احمد محمود کی طرف سے ہے۔ تحریک یہ ہے کہ:

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 7۔اپریل 2005 کو تحصیل رحیم یار خان کے رہائشی سید اکرام علی ولد سید ممتاز عالم حال مقیم سول لائن سٹاف کالونی خانیوال نے بذریعہ مختار نامہ عام منجانب مس الزبتھ جان رابرٹس دختر مونا گریٹ رابرٹس حال سکنہ UK اور دیگر آٹھ مالکان کی زرعی اراضی واقع بمقام چک نمبر 95/P اور چک نمبر 98/P تحصیل رحیم یار خان تعدادی 3999 کنال 5 مرلہ (تقریباً 500 ایکڑ) بعوض مبلغ -/3,81,70,000 روپے بذریعہ انتقال بنام چودھری مونس الہیٰ ولد چودھری پرویز الہیٰ قوم جٹ سکنہ گلبرگ لاہور منتقل کر دی جس میں یہ امر انتہائی اہم ہے کہ لندن سے جاری ہونے والے مختار عام پر مکمل پتا ہے، نہ ہی پاسپورٹ وغیرہ کی کاپیاں لف ہیں اور نہ ہی یہ سفارت خانہ سے تصدیق شدہ ہے۔ اس کے باوجود سب رجسٹرار خانیوال نے اختیارات سے تجاوز کرتے ہوئے متذکرہ انتقال اراضی کر دیا جو کھلی جعل سازی ہے کیونکہ متذکرہ اراضی جس پر سینکڑوں مزارعین محنت مشقت کر کے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پال رہے تھے کو زبردستی بے دخل کر دیا گیا جس کی وجہ سے وہاں کے مزارعین اور صوبہ کے عوام میں بے چینی اور اضطراب پایا جا رہا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جو ممبران اس تحریک التوائے کار پر بحث کرنے کی اجازت دینا چاہتے ہیں وہ اپنی سیٹوں پر کھڑے ہو جائیں تاکہ سیکرٹری اسمبلی گنتی کر لیں۔ (اس موقع پر گنتی کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: مطلوبہ تعداد باسٹھ چاہئے تھی اور یہ تعداد اس سے بہت زیادہ ہے لہذا یہ تحریک التوائے کار بحث کے لئے منظور کی جاتی ہے۔ قانون یہ کہتا ہے کہ within three days دن مقرر کرنا ہے۔ تین دن بعد ہفتے کا دن بنتا ہے۔ ہفتے کو چھٹی ہے اور اتوار کی بھی چھٹی ہے لہذا اس کو کیا پیر کے لئے رکھ لیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! Monday کو second time session ہوگا اگر یہ first time کے session میں رکھا جائے تو زیادہ مناسب ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ اگر آپ اس تین دن کی قید سے باہر جائیں تو پھر اس دن رکھا جائے جب first

time session ہو۔ چونکہ پیر کو ممبران نے اپنے حلقوں سے واپس آنا ہوتا ہے اور second time session ہوتا ہے۔ ذرا حاضری بھرپور ہو اور جو لوگ اس میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ بہتر طور پر حصہ لے سکیں اس لئے اگر ایک دن اور بڑھا لیں تو زیادہ بہتر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: قاعدہ 85 کے تحت بحث تین دن کے اندر اندر کرنا ضروری ہے اگر ہم تین دن کو اس طرح لیں تو three working days of the Assembly اور منگل کو private members' day ہے۔ اگر ہاؤس چاہتا ہے کہ اس کو منگل والے دن کر لیا جائے تو پھر ہم منگل والے دن رکھ لیتے ہیں۔

آوازیں: اس کو منگل کے لئے رکھا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے پھر اس پر بحث کے لئے منگل کا دن fix کیا جاتا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر، میری اس سے relevant بات ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: ابھی گھرال صاحب کی تحریک التوائے کار ہے پھر ٹائم ختم ہو جائے گا وہ بھی important ہے۔ چلیں! پھر محترمہ آپ کی relevant بات تھی وہ کر لیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ کا بہت بہت شکریہ، مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ وزیر قانون نے مجھے کل کی بات یاد دلائی ہے۔ میں اس پر اس وقت بھی stand کرتی ہوں اور سب کو گواہ بنا کر میرے الفاظ یہاں پر کل کے ریکارڈ میں موجود ہیں کہ آپ نے جواب میں جو رجسٹری اور جو فردیں عطا فرمائی ہیں وہ 2005 کی ہیں۔ آپ موجودہ فرد 2009 کی لے کر آئیں، آج کی date کی لے کر آئیں کہ وہ زمین کس کے نام ہے؟ مجھے 2009 آج کی date کی فرد چاہئے، وہ فرد نکلوا کر لے کر آئیں پھر بات ہوگی۔ سب سے پہلے یہ فرد لے کر آئیں موجودہ date کی کہ یہ کس کے نام ہے اور دوسری بات یہ کہ میرا آپ کے توسط سے وزیر موصوف سے یہ سوال ہے کہ کیا یہ سرکاری زمین تھی؟ اگر پرائیویٹ زمین خریدنا جرم ہے تو اس جرم میں ہم سب برابر کے شریک ہیں۔ آپ نے بھی گھر خریدا ہے، انہوں نے بھی زمینیں خریدی ہیں اور پھر رائیونڈ فارم خریدنا بھی جرم ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! میں نے آپ کی بات سن لی ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! جو میں جیولری خرید رہی ہوں، زمین خرید رہی ہوں اور مکان خرید رہی ہوں اس کا حق مجھے حاصل ہے۔ ہاں اگر وہ رقم کسی کو قبضہ کر کے حاصل کی گئی ہے، سرکاری زمین پر قبضہ کیا گیا ہے، مزارعوں کو مار کر نکالا گیا ہے تو ثابت کریں پھر بات بنتی ہے کہ کوئی جرم ہوا ہے۔ آپ اپنے وزراء سے پوچھیں [******************]

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: چودھری صاحب! ایک منٹ Order in the House, order in the House محترمہ! آپ تشریف رکھیں، آپ نے بات کر لی ہے۔ مخدوم صاحب کی تحریک تھی پہلے وہ بات کر لیں پھر اس کے بعد میں چودھری عبدالغفور صاحب کو موقع دوں گا۔

مخدوم سید احمد محمود: جناب والا!۔۔۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میری یہ گزارش ہے کہ جب آپ اس تحریک التوائے کار پر voting کروانے کے بعد time fix کر چکے ہیں تو اب اس موضوع پر پھر کسی ممبر کو بات نہیں کرنی چاہئے۔ اب اس کے لئے ایک time fix ہے ایک دن fix ہے اس دن وہ جو باتیں بھی کرنا چاہیں وہ کریں، ہم ان کی ہر بات کو سنیں گے اور ہر بات کا جواب دیں گے لیکن اس دفعہ میں اس پورے معزز ہاؤس کو یہاں پر ہر اس شخص کو جو میری بات سن رہا ہے اور opposition کے ممبران کو بھی یہ بات باور کرانی چاہتا ہوں کہ یہ بڑا مسلمہ اور ایک بڑا آزمودہ طریق کار بنا ہوا ہے کہ چور جو ہے وہ چور چور کا شور مچائے۔ اس دفعہ چور چور کا شور مچانے سے ہم چور کو چھپنے نہیں دیں گے انشاء اللہ۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھیں، Order in the House جی، مخدوم صاحب!

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

مخدوم سید احمد محمود: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں صرف یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اس مسئلے کو point scoring کی نذر نہ کیا جائے، اس مسئلے کو سیاست کی نذر نہ کیا جائے۔ میں گزارش کر دوں کہ سیاست میں اگر آپ 2008 میں ایک دفعہ غلطی کرتے ہیں اور اگر آپ کی موت 2080 میں واقع ہوتی ہے تو وہ 2008، 2080 تک ساتھ چلتا ہے۔ سیاست میں غلطی کی گنجائش نہیں ہوتی لہذا اگر یہ غلطی سرزد ہوئی ہے تو اسے اس ہاؤس کے سامنے آنے دیں میں نے آپ سے request کی ہے۔ اس ہاؤس میں بحث ہونے والی ہے۔ آپ نے ووٹنگ کرائی ہے۔ اس ہاؤس میں یہ مسئلہ آنے دیں۔ اگر یہ ہاؤس ایک کمیٹی بنائے گا تو میری آپ سے یہ request ہے کہ اس کمیٹی کے اراکین میں (ق) لیگ کے اراکین کی تعداد زیادہ کر دیں تاکہ کوئی ناانصافی کا پہلو سامنے نہ آئے اور پھر اس کمیٹی پر چھوڑ دیں۔ ابھی صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب اس مسئلے کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ Tuesday کی بحث ہے، Tuesday کو ہم بھی آئیں گے، یہ بھی آئیں اور میری اپنی تو یہ خواہش ہے کہ اس اسمبلی کا کوئی بھی ممبر جو اس کیس کو defend کرے گا وہ اس اسمبلی کی روایات، وقار اور عزت سے زیادتی کرے گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ پہلے میری بات سن لیں کہ یہاں پر قواعد وانضباط کار کے مطابق ووٹنگ ہوئی ہے ووٹنگ پر ایک time fix ہو گیا ہے۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ محترمہ آمنہ الفت صاحبہ نے ایک issue جو اسمبلی نے ووٹنگ سے proof کیا ہے کہ اس پر بحث ہو گی اس سے توجہ ہٹانے کے لئے دو معزز ممبران پر الزام لگایا ہے وہ بھی without any proof لگایا ہے۔ یہ ایک انتہائی غلط بات ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میری بات تو سنیں!

جناب ڈپٹی سپیکر: نہیں، پہلے آپ میری بات سن لیں۔ اس طرح کی جب وہاں سے کوئی بات ہوتی ہے تو فوری طور پر یہاں سے اٹھ کر کہا جاتا ہے کہ personal attack نہ کیا جائے اور اسمبلی میں as a custodian of the House میرے لئے تمام ممبران کی عزت ہے، ان کا احترام کروانا بھی ہے اور اس کے لئے میں نے کوشش بھی کرنی ہے اور اس اسمبلی کے سب سے سینئر رکن پر جس طرح آپ نے الزام لگایا ہے یہ ایک انتہائی افسوسناک بات ہے without any material آپ نے جو بات کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ جب ہم ایک اعلیٰ روایات کی بات کرتے ہیں تو آپ جب بحث ہو گی اس میں بات کریں کہ اگر یہ بات غلط کر رہے ہیں تو آپ یہ آکر

بتائیں کہ یہ چیز غلط ہے لیکن اٹھ کر کسی معزز ممبر پر الزام لگا دینا میں اس کی کبھی بھی اجازت نہیں دوں گا اور اس طرح کرنے سے نہ صرف یہ کہ ہم اس اسمبلی کو اچھے طریقے سے چلا سکیں گے اور نہ ہی ممبران کو قابو میں رکھ سکیں گے۔ یہ میری ذمہ داری ہے تو پھر آپ مجھے یہ اختیار دیں کہ اگر کوئی غلط بات ادھر سے ہوتی ہے یا اِدھر سے ہوتی ہے تو میں اس پر پورا action لوں This is very wrong (قطع کلامیاں)

اب آپ میری بات سن لیں۔ اب چونکہ چودھری عبدالغفور صاحب خود اسمبلی میں موجود ہیں اور وہ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں تو میں چاہوں گا کہ انہیں موقع دیا جائے بلکہ محترم سردار صاحب بھی آ گئے ہیں، میں چاہوں گا کہ پہلے وہ بات کر لیں۔ ٹھہر جائیں ذرا بات سن لیں پھر بات ہو گی۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بالکل۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا ہے کہ میں ایک میٹنگ کے سلسلے میں باہر بیٹھا ہوا تھا مجھے یہاں آ کر یہ پتا چلا ہے کہ اپوزیشن بنچوں سے کسی خاتون نے میرے بارے میں جائیداد کے فراڈ کا الزام لگایا ہے کہ میں نے کسی کی جائیداد پر قبضہ کیا ہے۔ شاید یہ میرے حالات سے واقف نہیں ہیں۔ میں انہیں point of personal explanation پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب land reforms ہوئیں اس وقت میری تمام جائیداد جس کا figure میں یہاں پر quote نہیں کرنا چاہتا شاید یہ پیچھے ٹیکنے لگیں گی کہ کتنی بڑی جائیداد تھی وہ گورنمنٹ کی management تھی اور میری management نہیں تھی کیونکہ میں اس وقت minor تھا، 21 سال کا نہیں تھا اس میں میرے فراڈ کرنے کی گنجائش ہے ہی نہیں کیونکہ سارا record گورنمنٹ خود maintain کرتی تھی اور وہ کوئی دس ایکڑ، دس مربعے یا 100 مربعے کی جائیداد نہیں تھی میں اتنا کہوں گا کہ وہ کتنی تھی یہ سن کر شاید وہ سنبھل نہ سکیں کہ وہ کتنی بڑی جائیداد تھی۔ کسی پر اس قسم کی تہمت لگانا یہ بڑی شرمناک بات ہے۔ آج تک میرے کسی بدترین مخالف نے اور میں اپنے سیاسی مخالفین میں سب سے زیادہ اپنے ضلع کے لغاری صاحبان کو مخالف سمجھتا ہوں ان کا ایک نمائندہ بھی یہاں بیٹھا رہتا ہے انہوں نے بھی مجھ پر بد دیانتی کا، کسی کی جائیداد غصب کرنے کا یا جائیداد میں کوئی ہیرا پھیری کرنے کا الزام آج تک انہوں نے بھی نہیں لگایا۔ ایک

خاتون جس کا میرے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں بنتا، اس ضلع سے تعلق ہی نہیں بنتا، اس طرح کی بات کرتی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان کو معذرت کرنی چاہئے ورنہ یہ ثابت کریں کہ میں نے کہاں زیادتی کی ، کس کی جائیداد پر قبضہ کیا، کہاں میں نے فراڈ کیا؟ ورنہ میں ان کے خلاف آپ کی وساطت سے ایک privilege motion لاؤں گا اور ان پر دعویٰ ہتک عزت کروں گا۔(شور وغل)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب!

وزیر جیل خانہ جات (چودھری عبدالغفور): جناب سپیکر! میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ محترمہ نے فن خطابت میں بہت سی باتیں کی ہیں۔ انہوں نے میرے نام کے ساتھ رائیونڈ کا نام quote کیا حالانکہ رائیونڈ میں جو تاریخ کا سب سے بڑا فراڈ ہوا ہے سندر اسٹیٹ کے نام سے وہ اسی شخص نے کیا ہے جس کو یہ defend کر رہی ہیں۔ اگر ہم قبضہ گروپ ہوتے تو ہم ان کی طرح پچھلی دفعہ ڈکٹیٹر کے ساتھ بیٹھے ہوتے۔ آپ بذات خود اس چیز کے گواہ ہیں کہ جب 1999 میں 12۔ اکتوبر کو ایک ڈکٹیٹر نے 2/3 majority کی حکومت ختم کی اس وقت آپ نے خود ایک writ فائل کی میری وساطت سے as an M.P.A اور میں پہلا وہ MPA تھا 12۔ اکتوبر 1999 کے بعد اگر میں نے کوئی پلاٹ لیا ہے، کوئی کرپشن کی ہے، میرے against کوئی loan ہے یا کچھ بھی ہے میں دینا چاہتا ہوں۔ ڈپٹی اٹارنی جنرل نے کورٹ میں آ کر statement دی کہ اس کے against نہ کوئی کرپشن کا چارج ہے، نہ اس کے against اور کوئی چیز ہے، ہم نے اس کا نام E.C.L سے delete کر دیا ہے۔ ہم کریکٹر والے لوگ ہیں اور مجھے سمجھ نہیں آتی جیسے لاء منسٹر کہہ رہے تھے کہ چوریاں بھی یہ کرتے رہے، ڈکیتیاں بھی یہ کرتے رہے، ڈکٹیٹر کے ساتھ بھی یہ کھڑے رہے اور آج بھی ان کو شرم نہیں آتی ہے، آئینہ دیکھ کر پھر ان کو اپنی شکل نظر آتی ہے۔ میں ذمہ داری سے on the floor of the House یہ کہنا چاہتا ہوں [*********] (شور وغل)

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ غلط بات کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جب آپ ذاتی attack کریں گے تو پھر جواب تو آئے گا۔

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

وزیر جیل خانہ جات(چودھری عبدالغفور):جناب سپیکر![*********] انشاءاللہ وہ وقت قریب ہے کہ جناب محمد شہباز شریف کے vision کے مطابق عوام کی لوٹی ہوئی دولت ان سے نکال کر عوام کے قدموں میں نچھاور کریں گے اور ہم انہیں بچنے نہیں دیں گے۔اب رات کے اندھیرے میں جاکر meetings کرتے ہیں، کبھی گورنر کے پاؤں پڑتے ہیں، کبھی president کے پاؤں پڑتے ہیں اور پھر سازشیں کر رہے ہیں،ان کو شرم نہیں آتی۔انہوں نے جو کچھ لوٹا ہے، جو کچھ اس قوم سے کھایا ہے وہ وقت آگیا ہے یہ قوم آپ کا گریبان پکڑے گی آپ سے حساب ہو گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میں صرف اتنی بات کروں گا کہ جب آپ کسی پر personal attack کرتے ہیں تو پھر اس میں دوسروں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔آمنہ الفت صاحبہ نے جن اصحاب کے نام اپنی تقریر میں لئے۔۔۔(شور وغل)

آپ میری بات تو سن لیں،آپ بات سننا چاہتی ہیں کہ نہیں سننا چاہتی؟آپ میری بات تو پوری ہونے دیں۔آمنہ الفت صاحبہ نے اپنی تقریر میں جن اصحاب کے نام لئے ہیں وہ نام اور جو چودھری عبدالغفور صاحب نے اپنی تقریر میں[**] لئے ہیں وہ بھی میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں میں صرف یہ بات کہوں گا کہ جب ہم ہاؤس کے اندر روایات کی بات کرتے ہیں میری ممبران سے صرف ایک گزارش ہے کہ اس ہاؤس میں آپ جو بھی بات کرتے ہیں وہ ریکارڈ کا حصہ بن رہی ہوتی ہے،اس ہاؤس میں آپ جو بھی بات کر رہے ہوتے ہیں وہ میڈیا کے through پوری عوام پڑھ رہی ہوتی ہے اور آپ سارے اپنے اپنے حلقوں کی نمائندگی کر رہے ہوتے ہیں۔آپ کے اوپر بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے تو آپ یہاں پر کوئی بات کرنے سے پہلے ضرور سوچیں اور پھر کریں کیونکہ آپ کی کہی ہوئی بات quote ہونی ہے تو جب ہم اسمبلی کی روایات کی بات کرتے ہیں تو ہم نے ان ساری چیزوں کو دیکھنا ہے۔اب جتنی بات اس پر ہو چکی ہے۔اس کے بعد میں اس پر مزید بات کرنے کی قطعاً اجازت نہیں دوں گا۔نماز کا وقت ہو چکا ہے اب 15 منٹ کے لئے وقفہ نماز کیا جاتا ہے۔پونے دو بجے دوبارہ اجلاس کی کارروائی شروع ہو گی۔

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے لئے پندرہ منٹ تک اجلاس کی کارروائی ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز ظہر کے وقفہ کے بعد 2.00 بجے جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

سرکاری کارروائی

جناب سپیکر:اب ہم سرکاری کارروائی کاآغاز کرتے ہیں۔

جناب احمد خان بلوچ:پوائنٹ آف آرڈر۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور(راناثناء اللہ خان): میری یہ گزارش ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر کو بعد میں لے لیاجائے۔

جناب سپیکر: وزیر قانون صاحب فرمارہے ہیں کہ مجھے پہلے بل پیش کر لینے دیں اس کے بعد پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرلیں۔

جناب احمد خان بلوچ:جناب والا!ایک منٹ کی بات ہے۔

جناب سپیکر:جی،فرمائیں!

جناب احمد خان بلوچ:جناب والا!میراپوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کل ایک تحریک التوائے کار پر اس ایوان میں یہ فیصلہ ہوگیاتھاکہ وزیر قانون صاحب نے محکمہ تعلیم سےdiscussکرکے جواب دیناتھا اور یہ معاملہ آج کے لئےpendingکیاگیا تھا۔وزیر قانون سے پوچھ لیا جائے کیونکہ یہ مفاد عامہ کا معاملہ ہے،ہزاروں لوگوں کا مفاد ہے اورپورے پنجاب کا معاملہ ہے جس کی وجہ سے ہزاروں لوگ بے روزگار رہیں گے۔اگر وزیراعلیٰ پنجاب کی نئی پالیسی پر عملدرآمد نہ کیاگیا تواس کی وجہ سے دیہاتوں میں سکول نہیں کھل سکیں گے کیونکہ دوردراز کے اساتذہ کو تعینات کر دیا جاتا ہے لیکن وہ وہاں نہیں پہنچتے۔وزیر قانون نے policy statementدینی ہے کہ انہوں نے سیکرٹری تعلیم سے کیا discussکیاہے اور اس پر کیا فیصلہ ہوا ہے،آیاپورے پنجاب میں ایک پالیسی پر عمل ہوگا یا دو پالیسیوں پر عمل ہوگا؟

جناب سپیکر: وزیر قانون نےآپ کی بات سن لی ہے۔انہیں سرکاریbusinessپیش کر لینے دیں اس کے بعد وہ آپ کی بات کا جواب دیں گے۔وزیر قانون صاحب آپ کی اس سلسلے میں سیکرٹری تعلیم کے ساتھ بات ہوئی ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور(راناثناءاللہ خان):جناب والا!پہلے سرکاریbusinessکو take upکرلیں اس کے بعد میں ان کی بات کا جواب تفصیلاًدے دیتاہوں۔

جناب سپیکر: میں آپ کی بات مانتا ہوں لیکن ان کی بات کا جواب دینا ہوگا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): بات تو ویسے ان کی بھی ہو گئی ہے انہیں ساری بات کا پتا ہے۔ میں نے تو اِن کی میٹنگ کروائی ہے۔

جناب سپیکر: یہ تو پھر بہت اچھی بات ہے۔ آپ پھر بسم اللہ کریں۔

مسودات قانون

(جو متعارف ہوئے)

مسودہ قانون جنرل پراویڈنٹ انویسٹمنٹ فنڈ پنجاب مصدرہ 2009

MR. SPEAKER: Minister for Law to introduce the Punjab General Provident Investment Fund Bill, 2009.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan)**:** I introduce:

"The Punjab General Provident Investment Fund Bill, 2009."

MR. SPEAKER: Thank you. The Punjab General Provident Investment Fund Bill, 2009 has been introduced in the House under rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Finance for report up to 15th March 2009.

مسودہ قانون (ترمیم) پنجاب بنک مصدرہ 2009

MR. SPEAKER: Minister for Law to introduce the Bank of Punjab (Amendment) Bill, 2009.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan)**:** I introduce:

"The Bank of Punjab (Amendment) Bill, 2009."

MR. SPEAKER: The Bank of Punjab (Amendment) Bill, 2009 has been introduced in the House under rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Finance for report up to 15th March 2009.

مسودہ قانون (ترمیم) صوبائی موٹر گاڑیاں مصدرہ 2009

MR. SPEAKER: Minister for Law to introduce the Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill, 2009.

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan)**:** I introduce:

> "The Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill, 2009."

MR. SPEAKER: The Provincial Motor Vehicles (Amendment) Bill, 2009 has been introduced in the House under rule 91(5) of the Rules of Procedure of the Provincial Assembly of the Punjab 1997 and is referred to the Standing Committee on Transport for report within one week.

رپورٹ

(جو پیش ہوئی)

پنجاب پبلک سروس کمیشن کی سالانہ رپورٹ برائے سال 2007 کا ایوان میں پیش کیا جانا

MR. SPEAKER: Laying of the Annual Report of the Punjab Public Service Commission for the year 2007. Minister for Law!

MINISTER FOR LAW AND PARLIAMENTARY AFFAIRS (Rana Sana Ullah Khan)**:**I lay the Annual Report of the Punjab Public Service Commission for the year 2007.

MR. SPEAKER: Annual Report of the Punjab Public Service Commission for the year 2007 has been laid.

عام بحث

سالانہ بجٹ 10-2009 کے لئے اراکین سے پیشگی بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث

جناب سپیکر: آج کے ایجنڈے کا اگلا item سالانہ بجٹ 10-2009 کے لئے اراکین سے پیشگی بجٹ تجاویز لینے کی غرض سے عام بحث ہے۔ بحث کا آغاز وزیر خزانہ کی تقریر سے ہوگا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سے پہلے کہ محترم وزیر خزانہ آج pre-budget discussion کا آغاز کریں میں تمام حکومتی، ممبران اور اپوزیشن کے معزز ممبران سے یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ for the first time in the history of Provincial Assembly of the Punjab وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف صاحب اور موجودہ coalition government نے اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ اس مرتبہ جو annual development programme بنے اس میں ایسا نہ ہو جیسا کہ پچھلے سالوں میں ہوتا رہا ہے اور کہا جاتا رہا ہے کہ جب بجٹ اجلاس آتا ہے تو ایک پورا بستہ ممبران پر لاد دیا جاتا ہے۔ وہ انہوں نے چار دنوں میں پاس کرنا ہوتا ہے اور ان چار دنوں میں وہ اس کو دیکھ سکتے ہیں، نہ ہی اس پر بہتر طور پر کوئی contribute کر سکتے ہیں۔ صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ "ہاں" اور "ناں" میں اس کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ اس بات کو یقینی بنانے کے لئے کہ یہ معزز ہاؤس اور اس کے اندر بیٹھنے والے تمام معزز ممبران کے vision کے مطابق صحیح معنوں میں اس صوبے کی ترقی کی جائے لہذا اس مقصد کے لئے اس pre-budget discussion کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس میں چیئرمین پی اینڈ ڈی اور سیکرٹری فنانس بذاتِ خود موجود ہیں ان کے ساتھ ان کے officials بھی موجود ہیں اور جو بھی ممبر اپنے حلقے، اپنے شہر، اپنے ضلع، اپنے ڈویژن اور اپنے علاقے کی بات

کرے گا کہ وہاں پر annual development programme کیسے ہونا چاہئے، کس انداز سے ہونا چاہئے اور ان کی تجاویز کو انشاء اللہ تعالیٰ نوٹ کیا جائے گا اور اس مرتبہ انشاء اللہ تعالیٰ بجٹ 2009-10 اس ہاؤس کی visions and contribution کو reflect کرے گا۔ چونکہ پہلی مرتبہ ایسا ہو رہا ہے اس میں ہو سکتا ہے کہ حکومت کی طرف سے یا معزز ممبران کی طرف سے کوئی کمی کوتاہی ہو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ شروعات ہے آئندہ آنے والے سالوں میں اس ہاؤس کی contribution بھی زیادہ بہتر اور refined ہو گی اور اس سلسلے میں گورنمنٹ کو بھی بہتر طور پر رہنمائی حاصل ہو گی لیکن worthy members سے میری یہ گزارش ہے کہ وہ نہ صرف اپنے علاقے کی ترقی کے حوالے سے بات کریں بلکہ پچھلے ADP میں کتنا حصہ خرچ ہو گیا ہے، ان کے علاقوں میں جو ongoing schemes ہیں، جو fresh schemes ہیں وہ کس صورتحال سے دوچار ہیں اس کے متعلق بھی وہ بات کریں اور آخری بات یہ کہ چونکہ یہ اس صوبے کی ترقی کا مسئلہ ہے اور یہ ہم سب کا مشترکہ مسئلہ ہے، صوبہ اتنا ہی treasury benches کا ہے، اتنا ہی اپوزیشن کا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس بحث کو اس مقصد کی حد تک focus رکھا جائے جو مقصد وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف صاحب کا ہے جس سے وہ یہ رہنمائی حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس میں دیگر موضوع کو discussion میں لا کر وقت کو ضائع نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! کچھ ممبران نے مجھے ایک تجویز دی ہے اس حوالے سے سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب سے میری بات ہوئی ہے اور لیڈر آف دی اپوزیشن چودھری ظہیر الدین صاحب سے بھی بات ہوئی ہے، کچھ ممبران کا یہ خیال ہے کہ یہ اتفاق ہے کہ اس مرتبہ Assembly in session ہے اور ''کشمیر ڈے'' آیا ہے تو اس دن ہم چھٹی کر کے اپنے دیگر کاموں کو نمٹانے میں لگ جائیں تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہم کل کا دن ایک special session کے طور پر رکھیں۔ اس میں routine business کو ایک طرف رکھ کر کشمیر پر بات کریں۔ پوری دنیا میں مظلوم مسلمان صیہونیت کے ظلم اور بربریت کا شکار ہو رہے ہیں ان پر بات کریں اور اس کے بعد یہاں پر ایک joint resolution پاس کریں اور اگر ممبران مناسب سمجھیں تو ہم باہر جا کر as a token of protest جس میں P.M.L(N) بھی ہو، پیپلز پارٹی بھی ہو اور اپوزیشن بھی ہو تاکہ ہمارے فلسطینی بھائی اور ہمارے کشمیری بھائی جو ظلم و بربریت کا شکار ہیں اور اپنی آزادی چاہتے ہیں انہیں یہ پتا چلے کہ

ہم ان کے ساتھ ہیں تو یہ ایک تجویز ہے آپ ہاؤس کی sense لے لیں اور اگر ہاؤس اجازت دے تو پھر کل اس مقصد کے لئے اجلاس رکھا جائے۔

جناب سپیکر: اب یہ question put ہوتا ہے کہ ہاؤس اس کو accept کرتا ہے۔ (قطع کلامیاں) کچھ دوست 11 بجے کا اور کچھ 2 بجے session کا کہہ رہے ہیں۔ رانا صاحب! آپ ٹائم کے بارے میں تجویز کریں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ٹائم کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، 11 بجے رکھنا ہے یا 2 بجے رکھنا ہے جیسے اکثریت کہتی ہے وہ کر لیں۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے 2 بجے کا ٹائم ٹھیک نہیں ہے، 11 بجے کا ٹائم ٹھیک ہے۔ (قطع کلامیاں) Order please. Order in the House. جو pre-budget discussion کی بات ہوئی ہے ویسے تو یہ بات اپوزیشن کو بھی پسند آنی چاہئے اس طرف سے ایسی جو کاوش شروع ہوئی ہے میرے خیال میں اپوزیشن کو بھی چاہئے کہ وہ اس بارے میں حکومت کو ضرور شاباش دے۔ اچھی بات ہے، اچھی روایت ہے، جمہوریت کی طرف مستحسن قدم ہے اور اداروں کی مضبوطی کے لئے انتہائی اہم فیصلہ ہے تو میں گزارش کروں گا کہ جو صاحبان اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام میرے پاس بھجوا دیں اور جس طرح لاء منسٹر صاحب نے بات کی ہے سب بھائیوں کو ان چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بحث میں حصہ لینا چاہئے۔ (قطع کلامیاں)
میرے خیال میں اچھی بات کریں۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! ہم ابھی نماز پڑھ کے آئے ہیں اور اب اچھی بات ہی کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر: اچھا، ماشاء اللہ، جی۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں حکومت کے اس قدم کو خوش آمدید کہتا ہوں اور میں یہ بھی ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ جب پچھلا بجٹ پیش کیا گیا تب اپوزیشن نے بھی اور کچھ treasury members نے بھی یہی request کی تھی کہ pre-budget session ہونا چاہئے تو ہماری request کو دیکھتے ہوئے اور اپنی wishes کو بھی دیکھتے ہوئے اگر حکومت نے ایک قدم اٹھایا ہے تو ہم اس کو خوش آمدید کہتے ہیں اور ہمیں یہی کوشش کرنی چاہئے کہ ہم اس ہاؤس کے process کو بہتر سے بہتر بنائیں۔ جیسے رانا صاحب نے کہا ہے کہ میرے ایک دو سوالات ہیں، local level پر جو

A.D.P وغیرہ کے issues ہیں آج کی debate کے حوالے سے ذرا clarify کر دیں کہ وزیر خزانہ آج جو brief overall policy پر بات کریں گے ہم اس کے اوپر comment کریں گے اور policy کے مطابق جو micro level discussion ہے وہ آج ہم address کر رہے ہیں تو اگر ہم نے کوئی local issues یا ADP related details کے حوالے سے اپنی suggestions آگے دینی ہیں تو اس کا پلیٹ فارم اور طریق کار کیا ہے اس کو clarify کر دیا جائے تاکہ ہم آج کی اس discussion کو بہتر طریقے سے کر سکیں۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں ہراج صاحب کا مشکور ہوں کہ انھوں نے حکومت کے اس اقدام کو سراہا ہے۔ میں ان کی اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ پچھلے سال جب بجٹ پیش ہوا تھا تو اپوزیشن نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ pre-budget اجلاس ہونا چاہئے لیکن میں ان کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے پانچ سال بھی اپوزیشن یہی بات کرتی رہی لیکن اس حکومت کو یہ توفیق ہوئی ہے کہ آج pre-budget اجلاس ہو رہا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے جو پالیسی کی بات کی ہے یا local A.D.P کے حوالے سے بات کی ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہر ممبر کا اپنا کام ہے۔ آپ پالیسی پر بھی بات کریں اور local level کی بھی بات کریں اور جس طرح سے آپ مناسب سمجھیں آپ بات کریں۔

جناب سپیکر: محترمہ سامیہ امجد صاحبہ!

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! پہلے بھی طریق کار میں بڑی کمی تھی کہ pre-budget discussion ہو۔ میں نے حکومت کے اس اقدام کو بڑی خندہ پیشانی سے ڈیسک بجا کر سراہا ہے۔

جناب سپیکر: شاباش۔ مجھے اسی بات کی آپ سے توقع تھی۔

ڈاکٹر سامیہ امجد: جناب سپیکر! میری تمام ممبران سے آپ کے توسط سے appeal ہو گی کہ یہ اتنا اہم وقت ہے براہ مہربانی تمام ممبران اس بحث میں حصہ لیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: آپ اپنی juniors کو بھی وقت دے دیا کریں۔ میرے خیال میں آپ دونوں ہی سارا وقت لے لیتی ہیں۔ جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ ہمیشہ شفقت فرماتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایوان لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے ہے اور آج کا یہ اقدام لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کی طرف ایک بہترین قدم ہے۔ اس ایوان میں اگر کوئی غلط بات یا روایات کے خلاف کوئی بات مجھ سے ہوئی یا کسی سے بھی ہوئی ہے، اگر مجھ سے ہوئی ہے تو کھوسہ صاحب میرے باریش بزرگ ہیں، میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ یہ ایک اچھا طریقہ نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے پر الزام تراشی کریں یا ہم politically ایک دوسرے کو pressurize کرنے کے لئے انتقامی کارروائیاں کریں اور بہتان لگائیں۔ میں خود اس کو condemn کرنے والوں میں سے ہوں تو میں اس کا حصہ نہیں بننا چاہتی اور میں یہ چاہتی ہوں کہ یہ روایت برقرار رہے اور جھوٹے الزامات اور فضولیات میں رہ کر رجسٹریاں لائیں، رجسٹریاں پھینکیں اور خرید و فروخت کو issue نہ بنائیں۔ خواہ وہ چودھری مونس الٰہی صاحب کے لئے ہوں، خواہ وہ میاں محمد نواز شریف صاحب کے لئے ہوں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں یہ issue resolve ہو چکا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ روایات ختم ہونی چاہئیں۔

جناب سپیکر: آپ نے اگر معذرت کی ہے تو یہ بڑائی کی بات ہے لیکن ایک حد تک تو وہ بزرگ ہیں اور میرے خیال میں ساری اسمبلی میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہیں اور ان کے متعلق تضحیک آمیز زبان استعمال کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں ان کی بالکل عزت کرتی ہوں۔

SENIOR ADVISOR TO CHIEF MINISTER (Sirdar Zulfiqar Ali Khan Khosa): Mr. Speaker! I am on a personal explanation.

محترمہ آمنہ الفت: میں نے آپ سے معذرت کی ہے۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! میں ان کے الفاظ کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، کھوسہ صاحب!

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! مجھے تو یہ بھی نہیں پتا کہ یہ کس ضلع سے ہیں؟ مجھے یہ پتا ہے کہ ان کی قیادت کون ہے اور ان کو اس پارٹی میں کیا سبق ملے ہوئے ہیں۔ مجھے صرف یہ پتا ہے۔ میں جس طبقے سے belong کرتا ہوں اور جس خاندان سے میں belong کرتا ہوں۔ میرا خاندان اور میرے بزرگ اپنے رقبے دیتے آئے ہیں۔ میرے خاندان نے آج تک ایک انچ پر بھی کسی کے رقبے پر قبضہ نہیں کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جب یہ خاتون میرے خاندان اور میرے خون کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔

محترمہ آمنہ الفت: میں نے خون کی بات نہیں کی تھی۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): تو ان کے لئے مناسب تھا کہ میرے خاندان کے بارے میں پہلے معلومات حاصل کر لیتیں۔ اس وقت جناب ڈپٹی سپیکر Chair پر بیٹھے تھے میں نے ان سے یہ request کی تھی اور وہی request آپ سے دہراتا ہوں کہ یہ اپنے الفاظ واپس لیں اور ہاؤس کے سامنے معذرت کریں۔

جناب سپیکر: پیاری بہن! آپ ان کے ساتھ معذرت کریں۔ اچھی بات تو یہی ہے اور اچھی روایت قائم ہونی بھی چاہئے۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! وہ general بات کر رہی تھیں۔ انھوں نے میرا نام particularly لے کر کہا ہے۔ اگر میں چودھری صاحبان کا ریکارڈ یہاں پر پیش کروں جن کو یہ لیڈر مانتی ہیں تو پھر کیا ہوگا؟ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ ان کی حرکات کیا ہیں۔ جب میرے بزرگ لاکھوں ایکڑ کے مالک تھے تو ان کے بزرگ تو کوئی ہیڈ کانسٹیبل تھا اور کوئی پٹواری تھا۔ یہ کیسی باتیں کرتے ہیں؟ یہاں یہ راز نہ کھولیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: آپ ماشاءاللہ بزرگ ہیں۔

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): جناب سپیکر! میں اپنی عزت سے زیادہ ان کی عزت نہیں سمجھتا اور نہ ان کے لیڈروں کی عزت کو سمجھتا ہوں۔ اگر یہ عزت کروانا چاہتی ہیں تو پہلے عزت کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آپ کو تو پتا ہی ہے کہ میرے کیا الفاظ ہیں۔ اگر میرے محترم بزرگ نے نہیں سنے تو اس میں میری خطا نہیں ہے۔

جناب سپیکر: نہیں نہیں، آپ معذرت کریں کہ آپ نے جو بات کی ہے۔ اگر ہم بزرگوں کی بے عزتی کریں تو کیا یہ اچھا لگے گا؟

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں نے تو اپنی بات کا آغاز ہی انہی الفاظ سے کیا تھا کہ کھوسہ صاحب باریش بزرگ ہیں میں معذرت کرتی ہوں کہ اگر مجھ سے کوئی بداخلاقی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: شاباش۔

محترمہ آمنہ الفت: میں نے یہ بات سب سے پہلے کی ہے۔ اگر میرے محترم بزرگ نے اس کو نہیں سنا تو میرے خیال میں ان کو ریکارڈ دکھایا جا سکتا ہے اور عزت سب کی سانجھی ہے۔ خواہ وہ کوئی بھی انسان ہو۔ اگر کوئی غریب ہے یا امیر ہے سب کی عزت سانجھی ہوتی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہم سے زیادہ عزت دوسروں کی مقدم ہے۔ اگر ہم دوسروں کی عزت کریں گے تو ہمارے کھاتے میں بھی عزت آئے گی۔

جناب سپیکر: جی، آپ کا بہت احترام ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: چودھری برادران بھی اتنے ہی عزت دار ہیں۔

جناب سپیکر: آپ کا بہت احترام ہے۔ ہم آپ کا بہت احترام کرتے ہیں۔

محترمہ آمنہ الفت: بڑی مہربانی۔

جناب سپیکر: میں آپ سے ایک اور گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس ہاؤس کے میرے ایک معزز ممبر اور cabinet کے minister بھی ہیں وہ آپ کے برخورداروں کی طرح ہیں ان کی بھی دل آزاری ہوئی ہے۔ آپ مہربانی کریں، اس سے ماحول اچھا ہو گا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں نے تو combine معذرت کی ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہی بلکہ بات تو یہ ہے کہ میں نے تو اس روایت کو ہی غلط قرار دیا ہے لیکن یہ بھی دیکھنا چاہئے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ان کا نام بھی لے لیں جن کا نام پہلے لیا تھا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! چودھری عبدالغفور میرے بچوں کی عمر کے ہیں۔

جناب سپیکر: بس بس، ٹھیک ہے۔ شاباش، شاباش۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہئے کہ جب ہمارے لیڈروں کے بارے میں کوئی غلط بات ہوتی ہے تو ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ وہ ذرا خیال کر لیا کریں۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ بہت شکریہ۔ اب وزیر خزانہ جناب تنویر اشرف کائرہ pre-budget discussion کا آغاز کریں گے۔ جی، کائرہ صاحب!

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! کیونکہ pre-budget speech پہلی دفعہ کی جا رہی ہے اس لئے میری request ہے کہ اس کو پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، آپ کو اجازت دی جاتی ہے۔

وزیر خزانہ (جناب تنویر اشرف کائرہ): جناب سپیکر! شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ معزز ایوان کو یاد ہوگا کہ پچھلے سال بجٹ تقریر کے دوران یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ آئندہ مالی سال کے صوبائی بجٹ کی تیاری سے پہلے صوبائی اراکین اسمبلی کی آراء اور مفید تجاویز کو مدنظر رکھنے کے لئے pre-budget سیمینار اور pre-budget اجلاس کا سلسلہ شروع کیا جائے گا۔ موجودہ اسمبلی اجلاس اس کی ایک کڑی ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صوبہ پنجاب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مشاورت کا اتنا وسیع عمل کیا جا رہا ہے۔ یہ بات موجودہ حکومت کی جمہوریت پسندی کی عکاسی کرتی ہے۔

جناب والا! اس سے پہلے کہ میں مزید تفصیل میں جاؤں میں ایوان کو یہ گزارش کرنا لازم سمجھتا ہوں کہ pre-budget اجلاس کی نوعیت اسمبلی کے بجٹ اجلاس سے مختلف ہے اس میں کسی خاص مد یا کسی سپلیمنٹری گرانٹ یا ترقیاتی منصوبے کی بعنور بحث شامل نہیں ہے بلکہ معزز ایوان سے حکومت کے اخراجات اور وسائل پر مفید آراء حاصل کرنا ہیں۔ اراکین اسمبلی کی سہولت کے لئے موجودہ مالی سال کے بجٹ کے بنیادی اعداد و شمار تقسیم کر دیئے گئے ہیں۔ یہ اس بات کا احساس ہے کہ بجٹ اجلاس میں یہ شکوہ رہا کہ اگر ایوان کی رائے کو پہلے شامل کر لیا جائے تو بجٹ کے مختلف پہلوؤں میں معزز ایوان کی ترجیحات کی عکاسی ہو سکتی ہے۔ میں اس معاملے میں زیادہ طویل تقریر نہیں کرنا چاہتا اور یہ خواہش رکھتا ہوں کہ ایوان کو اپنی رائے ظاہر کرنے کا زیادہ موقع دیا جائے اور اس کو مدنظر

رکھتے ہوئے میں صرف کچھ بنیادی حقائق پر روشنی ڈالنا چاہوں گا کہ جس سے معزز اراکین مستفید ہو سکیں اور اپنی بجٹ تجاویز کو ان حقائق کی روشنی میں سامنے لا سکیں۔

مالی سال 10-2009 کے بجٹ کا تخمینہ تقریباً مئی کے وسط تک ایک مکمل شکل اختیار کرتا ہے اس وقت محکمہ خزانہ مختلف محکموں سے ان کے تخمینے وصول کرنے اور ان کا جائزہ لینے میں مصروف ہے۔ حکومت کے لئے یہ ممکن نہ ہوگا کہ آپ کو اگلے سال کا بجٹ ابھی پیش کر دیا جائے البتہ میں آپ کو موجودہ مالی سال کے دوران اخراجات اور آمدن کی کچھ تفصیل ضرور پیش کرنا چاہوں گا جس سے آپ کو ہمارے اخراجات اور وسائل کا اندازہ ہو سکے۔ موجودہ مالی سال کا غیر ترقیاتی بجٹ 256.94 ارب روپے منظور کیا گیا تھا۔ مجھے یہ بتا کر انتہائی فخر محسوس ہو رہا ہے کہ پنجاب حکومت کی financial discipline کی پالیسی کے اچھے نتائج سامنے آ رہے ہیں اور باوجود اس کے کہ موجودہ مالی سال کے دوران حکومت پنجاب نے ایک تاریخی سبسڈی پروگرام شروع کیا جس میں غربت اور مہنگائی سے متاثرہ لوگوں کے لئے خاطر خواہ رقم رکھی گئی، اس سال کے پہلے چھ ماہ کے دوران 256۔ارب کے غیر ترقیاتی تخمینے کے مقابلے میں 120.24۔ارب خرچ ہوئے جو کہ کل تخمینے کا 48 فیصد ہے۔

جناب والا! میں یہاں پر ہاؤس کو اس بات پر زور دے کر کہوں گا کہ ہماری حکومت نے اپنے اخراجات میں سے آٹھ ارب روپے کی کمی پچھلے سات ماہ میں کی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

مالی لحاظ سے یہ صورتحال انتہائی تسلی بخش ہے۔ یہاں میں حکومت پنجاب کے ان اخراجات کا بھی ذکر کرنا چاہوں گا جو کہ اس نے اپنے غیر ترقیاتی بجٹ کی مد میں سے غریب اور پسماندہ عوام کے لئے پہلے چھ ماہ کے دوران کئے۔ غریب عوام کے لئے فوڈ سپورٹ سکیم شروع کی گئی ہے جس میں بتدریج اضافہ کیا جا رہا ہے۔ سالِ نو کے وسط تک تقریباً چودہ لاکھ گھرانے اس میں شامل کئے جا چکے ہیں اور 4.9۔ارب روپے بطور فوڈ سپورٹ ان کو فراہم کیا جا چکا ہے۔ سستی روٹی سکیم بھی اس سال کے دوران شروع کی گئی اور پچھلے چند ماہ میں یہ انتہائی کامیاب رہی اور اب تک اس مد میں 1.14۔ارب روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ سستی روٹی سکیم میں بھی بتدریج اضافہ کیا جائے گا۔ سرکاری ہسپتالوں میں ایئر کنڈیشنز اور جنریٹرز کی فراہمی کے لئے 1.99۔ارب روپے فراہم کئے جا چکے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ وہ ہسپتال ہیں جن میں غریب عوام کی سب سے زیادہ تعداد آتی ہے۔ سرکاری ہسپتالوں میں مفت ادویات فراہم کرنے کے لئے 2.7۔ارب روپے فراہم کئے جا چکے ہیں۔ گردوں کی مفت ڈائیلسز کے

لئے 21کروڑ روپے فراہم کئے جا چکے ہیں۔ تعلیم کے میدان میں ذہین مگر غریب طلباء کے لئے "پنجاب ایجوکیشن انڈوومنٹ" فنڈ قائم کیا جا چکا ہے جس کے لئے اس سال کے دوران 2۔ارب روپے مختص کئے گئے ہیں جس میں سے ایک ارب روپے فراہم کئے جا چکے ہیں۔اسی طرح کسانوں کے لئے گرین ٹریکٹر سکیم کی مد میں سال کے دوران 2۔ارب روپے مختص کئے گئے جس میں سے ایک ارب روپے فراہم کئے جا چکے ہیں۔ میں ایک بار پھر دہرانا چاہوں گا کہ اس سے پہلے پنجاب کی تاریخ میں غریب عوام کے لئے اتنی زیادہ خالصتاً مختص رقم پہلے چھ ماہ میں کبھی فراہم نہیں کی گئی۔ باتیں تو کی گئیں لیکن عمل نہیں کیا گیا۔ مجھے امید ہے کہ رواں مالی سال کے آخر تک ان رقومات میں مزید اضافہ ہوگا جو کہ حکومتِ پنجاب اپنے غیر ترقیاتی بجٹ میں سے بہتر مالی ڈسپلن کی وجہ سے برداشت کر سکے گی۔

جناب سپیکر! میں ایوان کو وسائل کے بارے میں کچھ چیدہ چیدہ باتیں بتانا چاہتا ہوں۔ صوبہ پنجاب کے وسائل کا زیادہ تر دارومدار N.F.C کے ذریعے ملنے والے وفاقی ٹیکسوں پر ہوتا ہے۔ ہماری کل ٹیکس آمدن میں سے تقریباً 80 فیصد ہمیں N.F.C کے ذریعے ملنے والے وفاقی ٹیکسوں اور تیل و گیس کی رائلٹی سے موصول ہوتا ہے جو کہ رواں مالی سال کے لئے 293۔ارب روپے کے نزدیک ہیں۔ان ٹیکسوں کی وصولی ٹارگٹ کے مطابق جاری ہے البتہ صوبائی حکومت کے محاصل اپنے اہداف سے نیچے ہیں۔ موجودہ مالی سال کے دوران صوبائی ٹیکس اور non-tax revenue کی مد میں تقریباً 59۔ارب روپے اکٹھے کرنے کا ٹارگٹ ہے لیکن یہ ابھی اس ہدف سے نیچے ہے۔ حکومتِ پنجاب نے اس عمل کو تیز تر کرنے کے لئے tax collection machinery کی مانیٹرنگ کو مزید فعال بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مالی سال کے آخر تک صوبائی محاصل میں پچھلے سال کے مقابلہ میں واضح بہتری نظر آئے گی۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ حکومت پرائیویٹائزیشن کے ذریعے تقریباً 17۔ارب روپے حاصل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے البتہ غیر مناسب معاشی حالات کی وجہ سے اس معاملہ میں بے حد احتیاط کے ساتھ کام لیا جا رہا ہے اور اس امر کو یقینی بنایا جا رہا ہے کہ حکومتی اثاثوں کی پرائیویٹائزیشن شفاف اور اچھی قیمت پر کی جائے۔ ترقیاتی کاموں کے لئے بیرونی قرضوں کے ذریعے حکومتِ پنجاب کو 23.53۔ارب روپے اکٹھا کرنے کی توقع ہے جو کہ پچھلے سالوں کے مقابلے میں کم ہے۔ یہ ایک سوچی سمجھی پالیسی کا نتیجہ ہے جس میں ہم بیرونی قرضوں پر اپنا انحصار کم کرنا چاہتے ہیں اور صرف ان قرضوں کو حاصل کریں گے جو کہ صوبے میں ترقیاتی ترجیحات کی عکاسی کریں۔ اس کے علاوہ مختلف

ترقیاتی منصوبوں کے لئے foreign projects کی مد میں 12.23۔ارب روپے حاصل ہونے کی توقع ہے۔

جناب سپیکر! آپ کو معلوم ہے کہ پاکستان ایک بیرونی اور اندرونی معاشی بحران سے گزر رہا ہے اور اس کے نتیجے میں وفاقی حکومت اور تمام صوبائی حکومتوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اخراجات میں کمی کریں اور عوام کے فلاح و بہبود سے تعلق رکھنے والے اخراجات کو محفوظ کریں۔ وفاقی ترقیاتی پروگرام پر عملدرآمد کے لئے پنجاب کو مختلف منصوبوں کے لئے تقریباً 12.19۔ارب روپے کی رقم درکار ہے البتہ وفاقی ترقیاتی پروگرام سے ابھی یہ پوری رقم حاصل نہیں ہو سکی۔

جناب والا! اخراجات اور وسائل کا یہ جائزہ دینے کے بعد میں ایوان پر یہ امر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت پنجاب اپنے جاریہ اخراجات موجودہ وسائل میں سے بآسانی پورے کر سکتی ہے اور ترقیاتی کاموں کے لئے وسائل فراہم کر سکتی ہے البتہ وسائل محدود ہیں اور مسائل لامحدود اس لئے کسی بھی حکومت پر یہ فرض بنتا ہے کہ وسائل کا سب سے موزوں استعمال کیا جائے۔ جاریہ اخراجات یا جس کو ہم غیر ترقیاتی بجٹ کا نام دیتے ہیں زیادہ تر سرکاری ملازمین کی تنخواہوں اور پنشن، قرضوں پر سود کی ادائیگی وغیرہ پر استعمال ہوتے ہیں۔ ان اخراجات میں ڈاکٹروں، اساتذہ، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور بہت سے سرکاری ملازمین کی تنخواہیں شامل ہیں۔ ہسپتالوں میں مفت ادویات پر خرچہ، سرکاری اداروں کے بجلی کے بل، پٹرول وغیرہ بھی شامل ہیں۔ دراصل غیر ترقیاتی بجٹ حکومت کا روزمرہ کام چلانے کے لئے مختص کیا جاتا ہے اس لئے اس مد میں کٹوتی کو ایک بغور جائزہ لینے کے بعد کیا جاتا ہے تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ حکومت کا آپریشن متاثر نہ ہو۔ اس کے باوجود ہماری یہ کوشش ہے کہ جاریہ اخراجات میں افراطِ زر کو مدنظر رکھتے ہوئے آنے والے سال میں صرف ایک مناسب حد تک اضافہ کیا جائے۔ میری ایوان سے یہ گزارش ہو گی کہ اپنی آراء دیتے وقت ان اخراجات کی نوعیت کو ضرور مدنظر رکھیں تاکہ ایوان کی آراء کو ایک عملی جامہ پہنایا جا سکے۔

جناب والا! اب میں کچھ مختصر بات ترقیاتی اخراجات پر کرنا چاہتا ہوں۔ پچھلے تین سال سے پنجاب کا ترقیاتی پروگرام میڈیم ٹرم ڈویلپمنٹ فریم ورک (MTDF) کے تحت بنایا جا رہا ہے۔ اگلے مالی سال برائے 10-2009 کا ترقیاتی پروگرام بھی اسی طرز پر بنایا جائے گا۔ اس میں حکومت کی جاری شدہ پالیسیاں اور ترجیحات کو مدنظر رکھا جائے گا۔ اس میں 10-2009 کے لئے ترقیاتی سکیمیں شامل کی جائیں گی جبکہ 11-2010 اور 12-2011 کے لئے اہداف مقرر کئے جائیں گے۔ اس ضمن میں

محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات نے تمام محکمہ جات کو گائیڈ لائنز فراہم کر دی ہیں تاکہ تمام محکمہ جات اپنا ترقیاتی پروگرام بناتے وقت ان کو مدنظر رکھیں۔ سالانہ ترقیاتی پروگرام برائے مالی سال 10-2009 کے لئے حکومت پنجاب کی درج ذیل ترجیحات جو کہ بنیادی طور پر موجودہ مالی سال کا ہی تسلسل ہوں گی۔ موجودہ مالی سال کی چیدہ چیدہ ترجیحات یوں ہیں:۔

i. شرح نمو کو بڑھانا۔

ii. صوبے میں روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنا۔

iii. غربت میں کمی۔

iv. صوبے کے ہر علاقے، طبقے اور ہر شعبے کو ترقیاتی عمل میں شامل کرنا۔

v. موجودہ انفرا سٹرکچر کی بحالی و بہتری۔

vi. زرعی و صنعتی پیداوار کو بڑھانا۔

vii. خوراک، پانی اور انرجی کی فراہمی کو یقینی بنانا۔

viii. افرادی قوت کو مارکیٹ کی ضروریات کے مطابق فنی تربیت دینا۔

ix. نئے انفرا سٹرکچر کے منصوبوں میں حکومت اور پرائیوٹ سیکٹر کی شمولیت۔

x. عوام کو ان کی دہلیز پر بنیادی ضروریات مثلاً تعلیم، صحت، صاف پانی کی فراہمی و نکاسی آب۔

xi. نتیجہ خیز منصوبہ بندی کا اجراء۔

xii. بڑے منصوبہ جات کو احسن طریقے سے مکمل کرنے کے لئے consultants کے ذریعے نگرانی وغیرہ شامل تھی۔

ان ترجیحات کی روشنی میں اگر موجودہ سال کے ترقیاتی پروگرام کا جائزہ لیا جائے تو اس کے اہم نکات اس طرح ہیں:

i. جاری سکیموں کی تکمیل پر حتی الوسع توجہ دی جائے گی۔ 2,957 جاری سکیموں میں 1.715 سکیموں کو مکمل کر دیا جائے گا۔

ii. غریب دوست شعبوں پر کل ترقیاتی بجٹ کا 82 فیصد خرچ کیا جا رہا ہے اس سلسلے میں تعلیم، صحت اور صاف پانی کی فراہمی پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ تعلیم، صحت اور پانی کی فراہمی 50۔ارب سے زائد یعنی ترقیاتی بجٹ کا ایک

تہائی خرچ کیا جا رہا ہے۔ سماجی بہبود کے شعبوں پر تقریباً 30۔ارب روپے مزید خرچ کئے جا رہے ہیں۔

iii. پنجاب کی تقریباً 65فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے ترقیاتی بجٹ کا بھی تقریباً 65فیصد دیہات کی ترقیاتی سکیموں پر خرچ کیا جا رہا ہے اس سلسلے میں جنوبی پنجاب کی پسماندگی کو دور کرنے پر خصوصی توجہ دی جا رہی ہے۔

iv. حکومت نے اس کے علاوہ کئی نئے منصوبے شروع کئے ہیں جن کا محور پسماندہ طبقات کو ترقی کے دھارے میں شامل کرنا ہے۔ان میں چیدہ چیدہ منصوبے درج ذیل ہیں:

(الف) غریب بچوں کے لئے اعلیٰ معیار کے تعلیمی اداروں کا قیام جہاں مفت تعلیم کے علاوہ رہائش اور خوراک کی سہولیات میسر ہوں گی اس مد میں تقریباً 5۔ارب روپے کی خطیر رقم خرچ کی جا رہی ہے۔

(ب) تقریباً چار ہزار سے زائد ہائی سکولوں کے لئے کمپیوٹر کی تعلیم اور کمپیوٹر لیبارٹری کے قیام کے لئے 5۔ارب روپے خرچ کئے جائیں گے۔

(ج) چھوٹے کسانوں کے لئے دس ہزار ٹریکٹر اور زرعی آلات کی فراہمی کے لئے حکومت 2لاکھ روپے کی سبسڈی فراہم کرے گی۔

(د) چولستان اور بارانی اضلاع کے لئے خصوصی ترقیاتی پروگرام پر عملدرآمد جاری ہے۔

- حکومت نے اس سال نہ صرف ترقی کے لئے اضافی وسائل فراہم کئے ہیں بلکہ ان وسائل کے موثر استعمال اور کرپشن کے تدارک کے لئے بھی کئی انقلابی اقدام اٹھائے ہیں جن میں:

  i. بڑی سکیموں کی تھرڈ پارٹی ویلیڈیشن (Validation)
  ii. سیکرٹری صاحبان کی باقاعدہ دوروں کے ذریعے مانیٹرنگ۔
  iii. تمام بڑی سکیموں پر consultants کے ذریعے نگرانی وغیرہ شامل ہیں۔

ترقیاتی منصوبوں پر عملدرآمد جاری ہے اور اس امر کو یقینی بنایا جا رہا ہے کہ تمام وسائل کو موثر طور پر استعمال کیا جائے اور منصوبہ جات بروقت مکمل ہو سکیں تاکہ پنجاب کے عوام ان سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔

جناب سپیکر! سالانہ ترقیاتی پروگرام برائے مالی سال 10-2009 کی تیاری کا کام ابتدائی مراحل میں داخل ہے جس کے لئے تمام محکمہ جات اپنی ترجیحات کو مدنظر رکھتے ہوئے سکیموں کی تفصیل جلد از جلد محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو ارسال کریں گے اس سلسلہ میں تمام محکمہ جات کو ہدایت کی گئی ہے کہ ترقیاتی پروگراموں کو تشکیل دیتے ہوئے درج ذیل حکومتی پالیسی کو مدنظر رکھا جائے:

i. جاری شدہ سکیموں اور پروگراموں کی شرح 60 فیصد جبکہ نئی کی 40 فیصد ہے۔ ایسی جاری شدہ سکیمیں جن پر 70 فیصد سے زائد کام ہو چکا ہے ان کو ترجیح دی جائے اور اس بات کی کوشش کی جائے کہ ان کو پورے فنڈز مہیا کئے جائیں تاکہ وہ مالی سال 10-2009 میں مکمل ہو سکیں۔

ii. ایسی نامکمل سکیمیں جو کہ مالی سال 09-2008 میں accelerated programmes یا block allocations سے شروع کی گئی تھیں ان کو A.D.P-2009-10 میں شامل کیا جائے اور مکمل کیا جائے۔

iii. جو سکیمیں سال 10-2009 میں مکمل ہوں گی ان کو الگ ظاہر کیا جائے تاکہ ان پر زیادہ توجہ دی جائے۔

iv. غیر ملکی امداد سے چلنے والے منصوبہ جات کو اہمیت دی جائے اور معاہدوں کے مطابق ان منصوبوں کے لئے ترقیاتی پروگراموں میں رقوم مختص کی جائیں۔

v. سماجی بہبود کے جاری منصوبہ جات اور اصلاحی منصوبہ جات کو حکومت کی "غربت مکاؤ" پالیسی کے تحت ترجیحات میں شامل کیا جائے۔

vi. کم ترقی یافتہ علاقہ جات کو زیادہ اہمیت دی جائے اور ان کے لئے خصوصی پروگرام مرتب کئے جائیں۔

vii. ترقیاتی پروگرام مرتب کرتے وقت ایسے شعبہ جات جو غربت کم کرنے میں ممد و معاون ہوں گے کو مدنظر رکھا جائے۔ مثلاً صحت، تعلیم، فراہمی و نکاسی آب، مویشیوں کی افزائش، چھوٹی و درمیانے درجے کی صنعت وغیرہ وغیرہ۔

viii. صوبائی اہمیت و بڑے بڑے منصوبہ جات جو مرکزی حکومت و پنجاب حکومت کی شراکت سے مکمل ہوتے ہیں کو مناسب رقوم مختص کی جائیں تاکہ وہ بروقت مکمل ہو سکیں۔ ایسے منصوبہ جات کی تفصیلات فوری طور پر مرکزی حکومت کو مہیا کی جائیں تاکہ وہ ان منصوبہ جات کو اپنے ترقیاتی پروگراموں میں شامل کر سکیں۔

ix. اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے جن منصوبہ جات کے لئے اعلانات کئے ہیں ان کو ترقیاتی پروگراموں میں شامل کیا جائے۔

x. ہر محکمہ ترقیاتی پروگرام پر مکمل غور و خوض اور اپنے منسٹر انچارج کے صلاح مشورہ کے بعد محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات کو ارسال کرے گا۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے تمام معزز ممبران اسمبلی سے درخواست کروں گا کہ وہ عوامی اہمیت کے منصوبہ جات متعلقہ محکموں کے نوٹس میں لائیں تاکہ وہ اپنے ترقیاتی پروگرام تشکیل دیتے ہوئے عوامی آراء کو بھی مدنظر رکھیں۔ ابھی اس حوالے سے کافی کام ہونا باقی ہے اور تمام محکمے بالخصوص محکمہ خزانہ اور محکمہ منصوبہ بندی و ترقی اس بات کے لئے کوشاں ہیں کہ آئندہ سال کا بجٹ وسائل کے حساب سے مناسب اور صوبے میں سماجی اور معاشی ترقی کا حامل ہو۔ اس کے ساتھ میں معزز ایوان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کی تجاویز اور آراء کا منتظر ہوں۔ پاکستان زندہ باد۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شاباش، کائرہ صاحب! اس پر بحث کا آغاز قائد حزب اختلاف نے کرنا ہے تو کیا وہ موجود نہیں ہیں؟

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! وہ گورنر سٹیٹ بنک سے ملاقات کے لئے گئے ہیں اس لئے ان کی جگہ میں بحث کا آغاز کروں گا۔ اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد یار ہراج: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! آج کے دور میں جب پاکستان ایک معاشی بحران کا شکار ہے اور عالمی economy بھی ایک معاشی بحران کا شکار ہے تو اس وقت یہ financial allocation capital جو کہ وزیر خزانہ کا ٹاسک ہوتا ہے تو یہ ٹاسک پہلے سے بھی زیادہ مشکل ہو گیا ہے۔ مجھے خوشی ہے اور میں نے اس ایوان میں پہلے بھی یہ بات کہی ہے کہ بجٹ تیار کرنے سے پہلے ہماری input مانگی گئیں اور تمام ممبران کی input مانگی گئی ہیں اور تمام ممبران سے تجاویز مانگی گئی ہیں تو میں یہ خواہش کروں گا کہ آج اور دوسرے دن جو اس بحث کے لئے allocate کئے گئے ہیں تو ان تجاویز کو note کرنے کا اور ان پر عمل کرنے کا طریق کار بھی ہونا چاہئے تاکہ یہ صرف debates تک محدود نہ رہیں بلکہ ان کی input actually بجٹ میں ہو۔

جناب سپیکر! میں جن points کی طرف آپ کی، وزیر خزانہ اور ایوان کی توجہ چاہوں گا کہ جو allocation of provincial capital ہے provincial receipts اور provincial revenue ایک طرف اور اس کی spending اور اس کی allocation دوسری طرف تو میں اس میں تین areas پر بات کرنا چاہوں گا۔ پہلا area تو specifically public welfare projects کے سلسلے میں ہے۔ دوسرا area allocation of capital by regions by sector اور by economic unit ہے اور تیسرا area جو micro economic challenges ہیں ان problems کو اس وقت ہمیں کیسے address کرنا چاہئے اور ہماری طرف سے کیا suggestions ہیں کہ ان کو کیسے address کیا جائے؟

جناب والا! میں اپنی تقریر کو مختصر رکھنا چاہوں گا لیکن میں اپنے points اس لئے واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں ان points کو تین حصوں میں لانا چاہتا ہوں۔ نمبر ایک جو public welfare projects کی بات ہوتی ہے تو جب سے پاکستان بنا ہے، جو بھی حکومت آئی میں اس وقت سیاست میں نہیں پڑنا چاہتا، ہر بار ہم نے یہی سنا کہ غریب کے حقوق ہیں اور غریب کے لئے فلاں ہوگا، یہ ہوگا اور وہ ہوگا لیکن 60 سال گزر گئے ہیں اور ابھی تک ہمارا یہ نظام کسی ایسی direction میں نہیں گیا کہ اس سے ہمیں تسلی ہو گئی ہو۔ ظاہر سی بات ہے کہ کوئی بھی نظام ہو اس میں ہمیشہ improvement ہو سکتی ہے۔ میں گزارش یہ کروں گا کہ ہمیں کچھ اس قسم کے targets set کرنے چاہئیں، ہمیں کچھ اس قسم کی discussion کرنی چاہئے کہ پاکستان کا ایک average

person اس کے basic rights کیا ہیں، حکومت نے اس کو کیا کیا کچھ provide کرنا ہے؟ صرف یہ کہہ دینا کہ حکومت ہر چیز ہر کسی کو ہر وقت provide کر سکے گی وہ بھی مناسب نہیں ہے۔ یہ کہہ دینا کہ حکومت کی کوئی بھی ذمہ داری نہیں ہے وہ بھی مناسب نہیں ہے اس لئے ہمیں یہ define کر لینا چاہئے کہ اگر تین ہزار کی آبادی کا ایک village ہے تو اس دیہات میں کیا کیا کچھ ہونا چاہئے، حکومت کو کیا کیا چیزیں provide کرنی چاہئیں اور جن villages میں وہ available نہیں ہیں تو وہ ہمیں identify کر کے اگلے مالی سال میں یا اگلے پانچ سالہ plan میں ان کی ضرورت پوری کر دینی چاہئے۔ میں اس کی ایک مثال یہ دوں گا کہ اگر دس ہزار آبادی کے ایک area میں کوئی Basic Health Unit نہیں ہے، کوئی ہائی سکول نہیں ہے، کوئی کالج نہیں ہے تو ہمیں اس قسم کے project کو ابھی سے ہی identify کر لینا چاہئے۔ مثال کے طور پر ہر دس ہزار کی آبادی میں دس کلو میٹر کے اندر اندر ان کے لئے لڑکوں کے کالج اور لڑکیوں کے کالج available ہونے چاہئیں۔ یہ targets تو حکومت نے set کرنے ہوتے ہیں میں تو صرف suggestion ہی دے سکتا ہوں۔ تعلیم کے متعلق بھی ہمیں یہ targets set کرنے چاہئیں، health کے سلسلے میں بھی targets set کرنا چاہئے اور ڈاکٹروں کی availability کے targets کو بھی set کرنے چاہئیں۔ اگر دس ہزار کی آبادی ہے تو حکومت کے دو ڈاکٹر، تین ڈاکٹر یا پانچ ڈاکٹر ہونے چاہئیں۔ اگر دس ہزار کی آبادی ہے اور اس میں چار گورنمنٹ سکول ہیں تو دیکھنا چاہئے کہ ان میں ٹیچروں کی تعداد کتنی ہونی چاہئے۔ میری خواہش ہے کہ ان targets کو ہم tangible کے طور پر identify کریں کیونکہ ہر بار اور پچھلے 60 سال سے پاکستان کی عوام اور پنجاب کی عوام یہی سنتی آئی ہے کہ اس مالی سال کے بجٹ میں تمام مسئلے حل ہو جائیں گے لیکن جب تک ہم ان چیزوں کو ایک مکمل process کے through address نہیں کریں گے تو اس وقت تک وہ مسائل حل نہیں ہو سکتے۔

جناب سپیکر! اس میں جو سستی روٹی والا پروگرام ہے، مجھے خوشی ہوتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے بجٹ میں public welfare projects کے لئے subsidies بھی ہیں اور مختلف چیزیں allocate کی جاتی ہیں کہ عوام کے لئے روٹی available ہو۔ میری خواہش تو یہ تھی کہ اگر ہم اس سستی روٹی سکیم کی بجائے یہ planning کریں کہ اگلے مالی سال میں اس کی ضرورت بھی نہ ہو، اگر گندم کی فراوانی ہو گی کہ دو دو روپے کی روٹی کو regulate نہیں کرنا پڑے گا

جس طرح پہلے کچھ دور میں ہوتا رہا ہے کہ جب گندم اضافی مقدار میں ہو تو پھر گندم کی monitoring programme کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہمیں macro level پر اس قسم کے اقدامات کرنے چاہئیں کہ ہمیں ان پروگراموں کی ضرورت ہی محسوس نہ ہو۔ میں اس کی ایک مثال دوں گا کہ کچھ سال پہلے موبائل فون کمپنیاں جب بزنس میں نہیں آئی تھیں تو P.T.C.L کی لائن لینے کے لئے ایم پی اے اور ایم این اے کے کوٹے ہوتے تھے، لوگ لائنوں میں لگتے تھے اور تین تین، چھ چھ مہینے انتظار کرتے تھے پھر ان کو ٹیلیفون ملتا تھا۔ market forces اور government policies کے through جو پچھلے دس بارہ سال میں بنی ہے telecommunication deregulation کی پالیسی بنی ہے۔ اب کسی کو ٹیلیفون کے لئے ترسنا نہیں پڑتا اور ان کی قیمتیں خود ہی نیچے آ رہی ہیں، حکومت کو اس میں intervene نہیں کرنا پڑ رہا ہے۔ اسی طرح آٹے کی availability، روٹی کی availability، گھی کی availability اور basic necessities کی availability ہے یا جو بھی basic products کو identify کر لیں ضروری نہیں کہ ہر چیز پر subsidies کریں مثال کے طور پر چاکلیٹ پر اگر آپ subsidy کریں تو ہر بچے کے پاس چاکلیٹ جانا اتنا ضروری نہیں ہے لیکن ہر بچے کے پاس روٹی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ ہر چیز میں ہر پالیسی بنانے کے لئے پہلے دن ہی کام شروع کر دیں اگر ہمیں دس ہزار پالیسیاں ایک دن میں بنانی پڑیں تو شاید کوئی بھی نہ بنا سکے۔ ہمیں وہ areas identify کرنے چاہئیں۔ روٹی کی availability کے لئے ہمیں پالیسی ایسی بنانی چاہئے خواہ ہمیں باہر سے import کرنی پڑے، خواہ ہمیں local incentive دینا پڑے۔ گندم کی فراوانی ہو اس میں جتنے بھی multiple محکمے ہیں خواہ اس کے اندر Ministry of Agriculture involved ہو کیونکہ گندم کی production میں اس کا involve ہونا ضروری ہے، irrigation کا involve ہونا ضروری ہے۔ ہمیں multi departments پر efforts کرنی چاہئیں تاکہ ہم اس طرح کی چیزوں کو کامیاب بنا سکیں۔

جناب سپیکر! اگلا area جس پر میں بات کرنا چاہوں گا وہ allocation of capital ہے۔ پنجاب جب Federation میں جاتا ہے، وزیر خزانہ اور سیکرٹری فنانس جب اسلام آباد میں جاتے ہیں، کہتے ہیں کہ پاکستان کی 60 فیصد آبادی پنجاب میں ہے تو پاکستان کے 60 فیصد ریونیو اور resources پنجاب کو ملنے چاہئیں۔ ہم یہ لڑائی حکومتی بنچ ہوں یا اپوزیشن ہوں مل کر لڑتے ہیں۔

کراچی والے کہتے ہیں کہ ہمارا پورٹ ہے ہمیں زیادہ ملنا چاہئے ، بلوچستان والے کہتے ہیں کہ ہمیں زیادہ ملنا چاہئے کیونکہ ہمارے پاس national resources ہیں، فرنٹیئر والے کہتے ہیں کہ میجر دریا ہمارے پاس سے آ رہے ہیں اور ہمارے پاس ڈیمز ہیں تو ہمیں زیادہ ملنا چاہئے تو آخر میں فیصلہ ہوتا ہے کہ یہ آبادی کے لحاظ سے ملنا چاہئے کیونکہ تمام پاکستان ایک Federation ہے جن میں تمام شہریوں کے برابر حقوق ہیں خواہ وہ سندھی ہو یا پنجابی ہو۔ یہ بحث ہم جا کر اسلام آباد میں تو کرتے ہیں اور پاکستان بجٹ کا 60 فیصد حصہ resources کا لے کر ہم لاہور آتے ہیں تو جب ہم اس کو لے کر لاہور آتے ہیں تو اس میں سے پچاس فیصد ہم لاہور اور اس کے گردونواح میں لگا لیتے ہیں اور باقی پچاس فیصد، اب تو 35 یا 36 ضلع ہو گئے ہیں تو باقی پچاس فیصد ان 35,36 ضلعوں کو بھیجا جاتا ہے۔ اس کی allocation بھی اس طرح نہیں ہوتی کہ آبادی کا فارمولا follow کریں۔ جو ہم پسماندہ علاقوں کے نمائندے ہیں، جس طرح کہ میں ایک پسماندہ علاقے کا نمائندہ ہوں جب میں دیکھتا ہوں کہ خانیوال ضلع کا Annual Development Programme جو اس حکومت میں ویسے بھی zero ہو گیا پچھلے دور میں وہ تیس تیس کروڑ روپے تک گیا ہے۔ لاہور میں کینال پر 30 کروڑ روپے کی لاگت سے انڈر پاس بنتا ہے اس میں سے آپ 10 کروڑ روپے نکال بھی لیں کہ corruption میں ضائع ہوا یا نہیں ہوا میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہوں گا لیکن میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ ہم خانیوال کی عوام کے دل پر کچھ گزرتی ضرور ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے پورے سال 25 لاکھ لوگ مرد عورتیں بچے ان کی education، ان کی health، ان کے mega infrastructure projects ان تمام سے زیادہ ایک underpass ضروری ہے اور ان underpasses کا بننا بہت ضروری ہے ہمیں بھی خوشی ہوتی ہے جب ہم لاہور میں اس طرح کی چیزیں دیکھتے ہیں، یہ ہمارا صوبہ ہے، یہ ہمارا capital ہے لیکن اگر لاہور میں ہم آبادی کی بنیاد پر پیسا لے کر آتے ہیں تو ہمیں باقی اضلاع میں بھی اسی بنیاد پر disburse کرنا ہوگا۔ خواہ آپ اس کو ضلعی حکومتوں کے through کریں، خواہ آپ پرانا بلدیاتی نظام لے آئیں مجھے اس سے سروکار نہیں خانیوال کو اس کا حصہ دیں، لیہ کو اس کا حصہ دیں، ملتان کو اس کا حصہ دیں اور یہ سب آبادی کی بنیاد پر ہو۔

جناب سپیکر! اس میں allocation کا دوسرا issue comparative advantages کا ہے۔ ہماری economy کے وہ کون سے سیکٹرز ہیں جن پر ہمیں باقی سیکٹرز سے زیادہ spending کرنی ہے اور ان پر ہمیں local issues کو ایک حساب سے نظر انداز کرتے

ہوئے کرنی ہے۔ کیا پاکستان کی یا پنجاب کی economy کا ایک بڑا حصہ textile sector ہے یا نہیں میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ کیا textile sector ہے، کیا sugar mills ہے، کیا وہ production of wheat یا production of cotton ہے اور کیا وہ agriculture sector ہے ہمیں ان areas کو اور ان sectors کو بھی priorities پر کرنا ہوگا کہ پاکستان میں اس وقت ہماری comparative advantage کیا ہے، کیا چیز ہے جو ہم پاکستان والے، پنجاب والے دنیا سے بہتر کر سکتے ہیں میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہوں گا کہ ہم سب کچھ بہتر کر سکتے ہیں جو شخص کہتا ہے کہ میں ہر فن مولا ہوں وہ کسی چیز کا expert نہیں ہوتا۔ جب ڈاکٹر کہے کہ میں انجینئر بھی ہوں اور میں ٹھیکیدار بھی اچھا ہوں تو اس ڈاکٹر کو کوئی اچھا نہیں سمجھتا بلکہ ہر کوئی اس کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ ہمیں بھی یہی دیکھنا ہوگا کہ ہم پنجاب والے ہیں اور ہمارے comparative advantages کیا ہیں؟ کیا ہماری wheat comparative advantage کی production ہے، کیا ہماری cotton comparative advantage کی production ہے یا کیا ہماری comparative advantage کپڑا بنانا ہے؟ جب ہم ان sectors کو identify کریں، اسمبلی میں highlight کریں یا جو forum ہیں ان پر highlight کریں اس کے بعد جب بجٹ آئے گا تو میں بھی کہوں گا اور تمام بہن بھائی جو یہاں بیٹھے ہیں وہ بھی کہیں گے کہ جی ہاں اس سیکٹر میں زیادہ investment ہونی چاہئے کیونکہ یہ ہمارے پنجاب کی economy کی life time ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ پہلی allocation geographic basis پر بھی ہمیں دیکھنی چاہئے اور دوسری allocation ہمیں sector basis پر بھی دیکھنی چاہئے۔

جناب سپیکر! اگلا میرا پوائنٹ macro economic challenges ہیں جو اس وقت ہمارے صوبے اور ملک کو درپیش ہیں۔ ہمارا پنجاب کا اور پاکستان کی economy کا ایک interesting سا phenomena ہے۔ یہ phenomena ہمارے لئے unique نہیں ہے۔ یہ باقی دنیا میں بھی ہم نے دیکھا ہے کہ جب economic growth slow ہوتی ہے تو ہماری inflation بڑھ جاتی ہے۔ امریکہ اور برطانیہ میں اس سے opposite ہوتا ہے۔ برطانیہ میں اس سے opposite ہوتا ہے، G-8 countries میں اس سے opposite ہوتا ہے، جاپان میں اس سے opposite ہوتا ہے۔ جب وہاں پر recession ہوتی ہے جس کا مطلب ہے دو quarters of growth، چھ مہینے اگر ان کی economy grow نہیں کرتی تو قیمتیں نیچے آنا شروع ہو جاتی ہیں۔

اگر وہاں پر روٹی دو روپے کی ہے تو وہ ڈیڑھ روپے کی ہو جاتی ہے۔ اگر وہاں پر ٹائر 100 ڈالر کا تھا تو وہ 50 ڈالر کا ہو جاتا ہے۔ ہمارے ملک کا جو phenomena ہے وہ different ہے ہمارے یہاں جب بھی growth slowing ہوتی ہے تو inflation بڑھ جاتی ہے۔ اس کو address کرنے کے لئے ہمیں ان ملکوں کے models دیکھنے ہوں گے جن کو یہ مسائل درپیش رہے ہیں۔ ہمیں آنکھوں پر پٹی باندھ کر ہر وقت آئی ایم ایف اور امریکہ کے models دیکھتے ہوئے اپنی fix economy کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے کیونکہ وہ اس کے مطابق نہیں ہیں۔ جو نسخہ ہماری economy کے لئے چاہئے ہمیں اس کے مطابق دوائیاں لینی چاہئیں ۔ ہمیں آنکھیں بند کر کے Asian Development Bank اور آئی ایم ایف کے formulas کے مطابق نہیں چلنا چاہئے۔ یہ phenomena Latin American countries نے face کئے ہیں، یہ ملائشیا نے face کئے ہیں، انڈونیشیا اس کا opposite رہا ہے، کوریا میں، ساؤتھ کوریا نے دس سال اس کو face کیا ہے۔

رانا محمد افضل خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر ! شکریہ۔ میرے فاضل بھائی نے ابھی یہاں کہا ہے کہ امریکہ میں جب ان کی economy slow ہوتی ہے تو inflation بھی کم ہو جاتی ہے ہمیں ان سے سیکھنا چاہئے۔ ساتھ ہی وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کے ماڈل کو اور ورلڈ بنک کے ماڈل کو ہمیں follow نہیں کرنا چاہئے ۔ میں یہاں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جب economy slow ہو جاتی ہے تو production کم ہو جاتی ہے، supply and demand کی وجہ سے supply کم ہوتی ہے تو demand بڑھ جاتی ہے اور inflation بڑھ جاتی ہے یہ بڑا simple economic formula ہے۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے کہ آپ ان کی بات سنتے جائیں اور جو بات آپ کو پسند نہ ہو اس کو چھوڑ دیں۔ ان کی جو بات پسند آئے وہ مان لیں۔

چودھری عبداللہ یوسف: جناب سپیکر! اس میں پوائنٹ آف آرڈر والی کیا بات تھی؟

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میرا بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں باقی دنیا کے ماڈل سے سیکھنا چاہئے، کوئی models ہم پر apply کرتے ہیں، کوئی apply نہیں کرتے۔ ہمیں آنکھیں بند کر کے کوئی ایک نسخہ یا کوئی ایک فارمولا نہیں استعمال کرنا چاہئے۔ ہمیں دیکھنا چاہئے کہ باقی دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور عقل استعمال کر کے اپنی policies بنانی چاہئیں۔ اس کے علاوہ جو ہمارے بجٹ کا issue آ جاتا ہے جن میں macro economic challenges اور جس طرح ہم اپنے budget کو دیکھتے ہیں تو ہمیں inflation adjustments کے ساتھ ان budgets کو دیکھنا چاہئے۔ ہمارے ملک میں اب یہ بھی depend کرتا ہے کہ اگر ہم 15 فیصد inflation کو follow کر رہے ہیں تو کون سے نمبرز کو استعمال کیا جائے گا۔۔۔

جناب سپیکر: ٹائم ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔ آپ ذرا جلدی wind up کریں۔

جناب نجف عباس خان سیال: جناب سپیکر! ہمیں ٹائم ملے گا؟

جناب سپیکر: جی، سیال صاحب! آپ کو ٹائم ضرور ملے گا۔ کوئی سنے یا نہ سُنے میں تو آپ کی بات ضرور سُنوں گا۔

جناب نجف عباس خان سیال: بہت مہربانی۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں wind up کرنے لگا ہوں۔ اگر ہم اپنے budget کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ پچھلے سال کا 150 بلین تھا اور اس سے اگلے سال 160 بلین تھا تو ہمیں ان چیزوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہئے کہ اگر 15 فیصد inflation ہے تو 160 بلین کا بجٹ اس سال real income or real expenditure کی terms میں پچھلے سال سے کم ہو گا تو ہمیں ان چیزوں کو جو value of money کے international standards ہیں ان کے بھی bench marks دینے چاہئیں تا کہ ہم بہتر capital allocation کر سکیں۔ lastly tax policy پر میرے ایک دو points ہیں ابھی فنانس منسٹر صاحب نے developed countries, developed economies پر بات کی ہے۔ generally یہ سمجھا جاتا ہے کہ taxes جو ہیں وہ direct ہونے چاہئیں in direct نہیں ہونے چاہئیں اس کا main issue یہی ہے کہ جو غریب آدمی 15 فیصد sales tax دے گا وہی sales tax امیر آدمی بھی دے گا تو کوشش یہ کی جانی چاہئے

کہ indirect taxes کو reduce کیا جائے تاکہ جو low income طبقہ ہے اس پر اس ٹیکس کا burden کم پڑے تو میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ in direct taxes کو reduce کر کے direct taxes کے through گورنمنٹ revenues increase کئے جائیں تاکہ اس کا جو disproportionate effect ہوتا ہے وہ lower income طبقے پر نہ ہو۔ آخر میں جو کسی بھی اکانومی کے لئے ایک main چیز ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کا saving rates کتنا ہے، انہوں نے کتنا پیسا بنکوں میں رکھا ہوا ہے، خرچہ کتنا ہے، اخراجات کتنے ہیں اور savings کتنی ہیں؟

جناب سپیکر: سیال صاحب! میرا خیال ہے کہ اگر آپ لابی میں جانا چاہتے ہیں تو آپ کے لئے تاش منگوا دیں؟

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! یہ میرا last point ہے۔

جناب سپیکر: سیال صاحب پیچھے اپنی گپ شپ میں لگے ہوئے ہیں میں ان کو کہہ رہا ہوں۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میرا last point یہ ہے کہ ہمیں banking policy میں saving rates increase کرنے کے لئے بنکوں کو گائیڈ کرنا ہوگا، سٹیٹ بنک کو گائیڈ کرنا ہوگا کہ پنجاب کی عوام کو inflation سے زیادہ savings rate اگر offer کئے جائیں تو لوگ بنکوں میں پیسا رکھنا بہتر سمجھیں گے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر بنکوں میں پیسا بڑھے گا تو economy میں stability آئے گی savings rate increase ہوں گے تو کچھ policies ہمارے ملک کی اس طرح ہیں کہ جب بھی ہم consumer rights کی بات کرتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ finance policy ہے، یہ تو Federal میں ہونا چاہئے۔ دنیا میں ہر جگہ provinces and states consumer policies کو دیکھتے ہوئے banking policies کو influence کرتی ہیں تو inflation rates, banking return rates, credit card interest rates, debt interest rates ان کو اگر سٹیٹ بنک ہمارے لئے صحیح monitor نہیں کر رہا تو ہمیں اس کو province level پر کرنا چاہئے اور اس کی طرف movement کرنی چاہئے۔ آپ کا بہت شکریہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ یہ pre budget debates کا process شروع ہو گیا ہے۔ میں خواہش یہ کروں گا کہ جس طرح اسمبلی آئندہ سالوں میں بھی چلے گی اسی طرح اس کو رکھا جائے گا۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، محمد وارث کلو صاحب!۔۔۔یہ ذرا دس منٹ کی احتیاط رکھیں کیونکہ سب کو ٹائم ملنا چاہئے۔

ملک محمد وارث کلو: ہراج صاحب کو تو آپ نے ایک گھنٹہ دیا ہے۔

جناب سپیکر: وہ ان کی بات ہے، انہوں نے opening کرنی تھی۔

چودھری عبداللہ یوسف: جناب سپیکر! ان کو بات کرنے دیں۔ انہوں نے سوٹ بڑا شاندار پہنا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: سوٹ کی بات نہ کریں، کلو صاحب ماشاءاللہ ویسے ہی بڑے خوبصورت ہیں۔

ملک محمد وارث کلو: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں شکر گزار ہوں اپنے بھائی عبد اللہ یوسف صاحب کا بھی اور آپ کا بھی۔ سب سے پہلے تو میں ان اقدامات کو جو کہ ہماری حکومت نے اٹھائے ہیں بہت appreciate کرتا ہوں اور یہ pre-budget session بڑے عرصے کے بعد شروع ہوا ہے۔

جناب سپیکر: پہلے بھی کہیں 04-2003 اور 2005 میں شروع کیا تھا؟

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! آج تک پہلے pre-budget session نہیں ہوا اور ہر دور میں یہ مطالبہ رہا ہے کہ ہمارے اوپر budget speech نہ تھوپ دی جائے بلکہ اس سے پہلے ہم سے تجاویز بھی لی جائیں لیکن چونکہ آج تک کسی گورنمنٹ نے یہ سلسلہ شروع نہیں کیا تو میں اس کے لئے اپنی حکومت، وزیر خزانہ صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب کا انتہائی مشکور ہوں لیکن اس میں ایک عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو تجاویز ہوں in letter and spirit میں وزیر خزانہ صاحب کو عرض کروں گا کہ ان کو تھوڑا سا نوٹ کر لیں اور یہ اس میں شامل ضرور کریں۔

جناب سپیکر: آپ فکر نہ کریں، آپ کی تمام باتیں نوٹ ہو رہی ہیں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں صرف یہ گزارش کروں گا کہ میں پچھلے پانچ سال بھی یہاں ممبر تھا جب بھی بجٹ بنتا ہے تو اس کی priorities مختلف ہوتی ہیں، وہ priorities جو ہیں ان پر ہمیں ہمیشہ سے اعتراض رہا ہے کہ اگر آپ ان priorities کو دیکھیں کہ کس کس محکمے کو کیسے کیسے budget allocation ہوتی ہے تو اس میں بھی ہمیں اعتراض ہوتا ہے کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں ایک صوبے کو اور اس بجٹ کو یہ ہمارے گھر کا بجٹ ہے، سب سے پہلے تو سلسلہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں آمدن

کیسے آنی ہے اور ہمارے اس صوبہ پنجاب میں سوائے زراعت کا کوئی آمدن کا سلسلہ نظر نہیں آرہا کیونکہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ industries بالکل تباہ ہو چکی ہیں اور کسی بھی معاشرے کے لئے زراعت کے علاوہ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے اس حوالے سے میں یہ کہتا ہوں اور ہمیشہ کہتا رہوں گا کہ ہمیں سب سے زیادہ توجہ زراعت پر دینی چاہئے کیونکہ زراعت جو ہے وہ اتنی production دے کہ ہم ایک زرعی ملک ہیں ہم اس زرعی ملک ہونے کے ناتے سے اپنے کسان کو facilitate کریں، ہم اسے پانی مہیا کریں، اس کو سستا ٹیوب ویل مہیا کریں اور اسے سستی کھاد دیں اور اس کے بعد زمیندار یا کاشتکار دل لگا کر اپنی فصلیں کاشت کریں اور زمین کے حوالے سے ہم اسے know how provide کریں کہ وہ کون سی زمین میں کونسی فصل لگائے تو تب اس کی production صحیح ہو گی۔ اس حوالے سے میں سب سے زیادہ weightage زراعت کو دیتا ہوں کہ سب سے پہلے تو آمدن آنی چاہئے اور ہمارے پاس آمدن میں سوائے زراعت کے کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ دوسری جتنی بھی چیزیں ہیں مثلاً کاروبار، بزنس اور انڈسٹری ہے اس پر آپ بعد میں توجہ دیں۔ سب سے پہلے زراعت پر توجہ دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب آمدن آجاتی ہے اور وسائل اکٹھے ہو جاتے ہیں، چاہے وہ N.F.C award سے آتے ہیں تو یہاں جو allocation ہوتی ہے، اس پر مجھے ہر دور میں انتہائی اعتراض رہا ہے کہ یہاں آکر بڑے شہروں میں مثلاً لاہور یا سیالکوٹ ہوا ان میں ایک ایک motorway بن جاتی ہے اور لاہور سے سیالکوٹ کی طرف motorway بنتی ہے اور 60percent یا 50percecnt ترقیاتی بجٹ وہ ایک motorway پر چلا جاتا ہے تو نام لیا جاتا ہے کہ ہم جنوبی پنجاب کو اتنا دے رہے ہیں لیکن میں تو اس تحصیل سے ہوں جس کو جنوبی پنجاب میں شامل کیا جاتا ہے نہ وسطی پنجاب میں شامل کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں، میں کچھ نہ کہوں تو بہتر یہی ہے کہ آپ جنوبی پنجاب میں ہیں نہ۔۔۔(قہقہے)

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! نہ he میں نہ she میں، آپ یہی کہنا چاہ رہے ہیں ناں؟ (قہقہہ)

جناب سپیکر: نہیں، میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم جو کہتے ہیں کہ welfare state کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے لوگوں کے لئے روٹی کپڑے کا بندوبست کرے، ان کی تعلیم کا بندوبست کریں، ان کی صحت کا بندوبست کرے اور ان کو صاف پانی میسر آنا چاہئے۔ میں

اپنے حلقہ کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا کہ یقین کریں کہ آج کے اس دور میں ہمارے لوگ وہاں اونٹوں اور گھوڑوں پر سفر کرتے ہیں، سڑکیں نہیں ہیں۔ آج یہاں ایک گھنٹہ کا رولا ہوتا ہے کہ ایک گھنٹہ یا چار گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہو گئی۔ ہم بھی لوگ بس رہے ہیں کہ جہاں ہوتی ہی لوڈ شیڈنگ ہے۔ ہمارے پاس بجلی ہوتی ہی نہیں اور ابھی اس دور میں اکیسوی صدی میں ہم زندہ ہیں، وہاں بچیوں کے سکول ہیں اور نہ لڑکوں کے سکول ہیں۔

جناب سپیکر: میرا خیال ہے اگر وہاں سے پتا کیا جائے کہ وہاں heart patient کتنے ہیں تو آپ کے ضلع میں اوسط سب سے کم ہو گی۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں نے صرف یہ عرض کی تھی کہ میرا ٹائم آپ مجھے دینا اور میرا ٹائم آپ نہ لے لینا۔ میں یہ استدعا کر رہا ہوں کہ میرے علاقے میں نہ صحت اور تعلیم کی سہولیات ہیں اور اس کے علاوہ سڑکیں نہیں ہیں۔ اس حوالے سے جب بجٹ allocation کی جائے تو ان میں جو down trodden علاقہ جات ہیں، جن علاقوں میں آج تک سہولیات نہیں دی گئیں کم از کم ان کے لئے allocation زیادہ ہونی چاہئے۔ میرا مقصد یہ ہے اور اس کے علاوہ ہمارا ایک پل جو خوشاب برج ہے وہ تقریباً 90 کے کسی سال میں بنا تھا، اس وقت اس کی پوزیشن یہ ہے کہ جہلم سے جھنگ تک درمیان میں پبلک کا کوئی ایسا پل نہیں ہے اس لئے وہ پل کسی دن بھی حادثہ کا شکار ہو سکتا ہے اور وہ پل ٹوٹنے والا ہے۔ وہاں پر دو دو، تین تین گھنٹے ٹریفک بلاک رہتی ہے۔ اور وہ پل آج تک کسی نے مرمت نہیں کیا۔

جناب سپیکر: اس پل کی مکمل طور پر نشاندہی کرا دیں۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! میں نے نشاندہی کرا دی ہے۔ اس کے علاوہ وہاں سے ہمارا direct راستہ ہے جو خوشاب سے motorway کو direct approach کرتا ہے وہ ہمیں سارے شہر مثلاً بھکر، لیہ، مظفر گڑھ، راولپنڈی اور لاہور جانا ہو تو سب کو ملاتا ہے۔ وہ راستہ خوشاب اور ٹھٹھہ سے لے کر motorway تک ہے کیونکہ جناب وزیر خزانہ صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں اور میں عرض کرنا چاہتا تھا اور میری main استدعا یہ ہے کہ یہ سارا پیسا جو ہے وہ پرانی ریت اور پرانی روایت کے مطابق نہ چلتا رہے کہ سارا پیسا شہروں پر خرچ کر دیا جائے۔ جہاں 70 فیصد آبادی رہتی ہے وہ بھی انسان ہیں اور وہ وہاں بھیڑ بکریوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں، ان پر بھی کچھ خرچ کیا جائے۔ جیسا کہ آپ اکثر شعر سناتے رہتے ہیں کہ "کچھ نظر ادھر بھی" ٹھیک ہے ناں جی! اور وہ شعر آپ

مکمل کر دیں گے یہ میری وزیر خزانہ صاحب سے استدعا ہے اور آپ کے توسط سے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے جو انتہائی پسماندہ علاقہ جات ہیں ان پر کوئی توجہ دیں کہ خدارا! اب تو direct taxes کا نظام آ گیا ہے ۔ یہ جو N.F.C میں تقسیم ہو رہی ہوتی ہے یہ سارے direct taxes سے پیسا وصول ہوتا ہے اور ہر آدمی سے وصول ہوتا ہے، چاہے وہ امیر ہے یا غریب ہے اپنے حصہ کا ٹیکس دے رہا ہوتا ہے لیکن آپ اس کو اس کے حصہ کا کوئی حصہ یا share repair تو کریں۔ شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ آپ کی بہت مہربانی ،ماشاء اللہ آپ اپنے آپ کو کہہ رہے ہیں کہ ہم backward area ہیں جبکہ ماشاء اللہ ہر لحاظ سے آپ ٹھیک ٹھاک ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! میں نمبر کے حساب سے پکار رہا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا نمبر ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ کا نمبر یہ نہیں ہے اور آپ کا نمبر دور دور تک نہیں ہے، چیک کر لیں اور آپ مجھے بتائیں کہ آپ کا نمبر کدھر ہے؟ جی، مہر ارشاد احمد سیال صاحب! دیکھ لیں سوا تین ہو گئے ہیں، آپ کا دس منٹ کا ٹائم ہے۔ ذرا مہربانی کر کے اس میں اپنی تقریر مکمل کر لیں۔

مہر ارشاد احمد سیال: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرا جس حلقہ سے تعلق ہے تو میرے حلقہ پر ایک خاندان بلکہ ایک ہی آدمی پچاس سال تک ایم پی اے بنتا رہا ہے۔ تقریباً سو کلو میٹر میرے حلقہ کی لمبائی ہے۔ امجد حمید صاحب میرے حلقہ سے ایم پی اے بنتے رہے ہیں، وہ بزرگ آدمی تھے۔ میرے حلقہ میں آج تک کوئی ترقیاتی کام نہیں ہو سکے۔ میں معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہمارے بزرگ سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب بیٹھے ہیں۔ میں یہ request کر رہا ہوں کیونکہ ہمارے ڈویژن کے وہ چیف اور انچارج ہیں اور ہمارے ضلع میں ان کا کافی عمل دخل ہے۔ میں یہ التجا کر رہا ہوں کہ ہمارا یہ مقابلہ نہیں اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہمیں لاہور کے مقابلے میں لایا جائے، ہمیں گوجرانوالہ کے مقابلہ میں لایا جائے بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمیں ڈیرہ غازیخان کے مقابلے میں تو لایا جائے کیونکہ مظفر گڑھ کی آبادی کم از کم 35 لاکھ لوگوں پر مشتمل ہے جبکہ ڈیرہ غازیخان سے ہمارے ڈسٹرکٹ کی کافی زیادہ آبادی ہے۔ ہمارا ضلعی ہسپتال 150 بیڈ کا ہے اور ڈیرہ غازیخان کا ہسپتال 500 بیڈ کا ہے تو مظفر گڑھ

کے ضلعی ہسپتال کو fully upgrade کیا جائے کیونکہ وہاں کافی بڑی آبادی ہے، اگر زیادہ نہیں تو کم از کم جو ڈیرہ غازیخان کے ہسپتال کو سہولتیں میسر ہیں اسے بھی وہ سہولتیں میسر کی جائیں؟ مظفر گڑھ میں تین تھرمل ہیں، کافی آلودگی ہے اور مقامی لوگوں کو کوئی روزگار بھی نہیں ملتا۔ سوائے آلودگی کے انہیں کوئی اور سہولت میسر نہیں ہے۔ مظفر گڑھ میں کوئی تفریحی پارک نہیں ہے۔ میری التجا ہے کہ مظفر گڑھ کے پورے شہر میں کم از کم ایک تفریحی پارک ہونا چاہئے۔ ہم جب لاہور آتے ہیں تو تقریباً ہر فرلانگ پر flyover اور underpass ملتا ہے۔ مظفر گڑھ میں جھنگ روڈ پر ایک railway crossing ہے۔ جب جون کے مہینے میں 12 بجے ٹرین نے گزرنا ہوتا ہے تو پھر چار چار گھنٹے ٹریفک کو گزرتے گزرتے لگ جاتے ہیں۔ اگر کوئی مریض ہو تو وہاں ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں کہ وہاں کئی مریض تڑپ تڑپ کر مر گئے ہیں اور جب سکول سے بچے آتے ہیں تو وہ بھی بلکتے رہتے ہیں اس لئے railway crossing پر underpass یا flyover ہونا چاہئے اور اسی طرح رنگ پور مظفر گڑھ کا ایک تاریخی قصبہ ہے وہاں گرلز ہائی سکول ہے اسے انٹر کالج کا درجہ دیا جائے اور مراد آباد ایک مین قصبہ ہے وہاں بوائز ہائی سکول ہے اسے انٹر کالج کا درجہ دیا جائے اور اسی طرح یونین کونسل چک فرازی مظفر گڑھ کی آخری یونین کونسل ہے جو جھنگ کے بارڈر کے ساتھ ہے اور احمد پور سیال کے ساتھ ہے وہاں ایک بھی گرلز مڈل اور ہائی سکول نہیں ہے، وہاں گرلز ہائی سکول ہونا چاہئے اور اسی طرح ملتان میرے حلقہ کے ساتھ ہے جو گیلانی صاحب کے حلقہ کے ساتھ ملتا ہے۔ ملتان کی طرف سے دریائے چناب پر تمام سپر بند باندھے گئے ہیں۔ اب دریا کا جو رُخ ہے وہ مغرب یعنی مظفر گڑھ کی طرف مُڑ گیا ہے اور مظفر گڑھ کی تمام بستیاں برباد ہو رہی ہیں، علاقہ برباد ہو رہا ہے اور بستی لشکر پور جو بہت ہی ضروری ہے وہاں دو سکول ہیں۔ ایک سکول تو دریا برد ہو گیا ہے اور ایک بچا ہوا ہے۔ وہاں کی جامع مسجد اور پوری بستی دریا برد ہو رہی ہے لہذا میری استدعا ہے کہ فی الفور چالیس پچاس لاکھ یا کروڑ روپیہ لگا کر وہاں سپر بند بنانے کا انتظام کیا جائے تاکہ وہ بستی دریا برد ہونے سے بچ سکے۔

جناب سپیکر! اسی طرح مظفر گڑھ شہر میں ٹبہ کریم آباد اور بہاری کالونی جن کی آبادی دس دس ہزار ہے انھیں مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔ مظفر گڑھ شہر، مراد آباد، رنگ پور کھیڑا میں سیوریج نہیں ہے وہاں سیوریج دیا جائے اور جہاں کڑوا پانی ہے وہاں واٹر سپلائی کی سکیمیں دی جائیں۔ وہاں سڑکوں اور بجلی کا بندوبست بھی کیا جائے۔ میں فوڈ سپورٹ پروگرام کے حوالے سے عرض کروں گا کہ

اس کی تقسیم صحیح نہیں ہو رہی بلکہ ڈاکخانے والے خود کھا رہے ہیں اور غریب لوگوں تک یہ پیسا نہیں جا رہالہذا اس کی تقسیم کا کوئی مناسب بندوبست کیا جائے۔

جناب سپیکر! مظفر گڑھ نہر کے شرقی کنارے پر پختہ سڑک بنائی جائے اور مراد آباد سیلابی بند پر بھی پختہ سڑک بنائی جائے۔ پرانا رنگ پور روڈ مرمت کیا جائے اور حلقہ نمبر 254 کی تمام پرانی سڑکوں کو جہاں آدمی پیدل بھی نہیں چل سکتا مرمت کیا جائے۔ ہمیں آج تک بجلی کی کوئی سہولت نہیں ملی لہذا میری استدعا ہے کہ ہمیں کم از کم پچاس گاؤں کے لئے بجلی کی سہولت دی جائے بلکہ میں تو یہ گزارش بھی کرتا ہوں، چونکہ ایم پی ایز کو بجلی دینے کی اجازت نہیں ہے اس لئے اس میں کوئی نرمی برتی جائے اور جتنی بھی مناسب سمجھیں ہر ایم پی اے کو بجلی ملنی چاہئے ۔ میرے حلقے میں موضع کھنگن جنوبی، موضع چراغ بیلہ، موضع گلو والا، بیٹ ٹھٹھہ سیالاں میں کوئی پرائمری سکول نہیں ہے وہاں پرائمری سکول دیئے جائیں۔ موضع ٹھٹھہ سیال اور بستی شدین میں حیوانات کی ڈسپنسری دی جائے۔

جناب سپیکر! شوگر سیس کے فنڈز سے تمام سکیمیں کوٹ ادو کے بااثر لوگ کھر، گورمانی اور ہنجرا اپنے رقبوں میں بنواتے ہیں۔ شوگر سیس پر مظفر گڑھ کے لوگوں کا بھی حق بنتا ہے یہاں بھی گنا کاشت کیا جاتا ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ شوگر سیس کی سکیمیں مظفر گڑھ میں بھی بنائی جائیں۔ مراد آباد کی سیوریج سکیم کا تخمینہ اڑھائی کروڑ روپے بنتا ہے لیکن اس کے لئے صرف 75 لاکھ منظور ہوئے ہیں لہذا اس سلسلے میں عرض ہے کہ اس سکیم کے لئے پورے فنڈز دیئے جائیں تاکہ یہ منصوبہ مکمل ہو سکے۔ میں آخر میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اپنی گزارشات پیش کرنے کا موقع دیا ہے۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، سید حسن مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے جناب وزیر اعلیٰ پنجاب، سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب، رانا ثناء اللہ خان اور سینئر منسٹر راجہ ریاض صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ نام بھول گئے تھے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں بھولا نہیں تھا۔ میں وزیر مال حاجی اسحاق صاحب کا بھی بڑا مشکور ہوں کہ ان تمام احباب نے ہمارا دیرینہ مطالبہ پورا کرتے ہوئے چنیوٹ کو ضلع بنایا اور ہمارے نئے ضلع کے ترقیاتی کاموں کے لئے کثیر رقم بھی مختص کی ہے۔

آوازیں: فنڈز وزیر خزانہ نے جاری کرنے ہیں لیکن آپ نے ان کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

سید حسن مرتضیٰ: مینوں کرتاں لین دیو۔جناب سپیکر! میری چند ایک گزارشات ہیں اگر ان پر نظر ثانی کی جائے تو ہماری مشکلات میں آسانی ہو سکتی ہے۔یہاں پر رانا ثناء اللہ خان بھی تشریف فرما ہیں ان کا اور ہمارا ایک مشترکہ مسئلہ ہے کہ آج سے کافی عرصہ پہلے ہمارے چنیوٹ میں واسا کے 28 یا 30 ٹیوب ویل لگے تھے جس سے ہمارے under ground water کا level بہت نیچے چلا گیا جس کی وجہ سے ہمارے ٹیوب ویل حتیٰ کہ گھریلو استعمال کے نلکے بھی متاثر ہوئے ہیں اور آج یہ حالت ہے کہ ہمیں پینے کے لئے پانی بھی میسر نہیں ہے۔ہم نے کئی دفعہ واسا سے گزارش کی کہ آپ ہماری زمین سے جو پانی لے رہے ہیں اس کی وجہ سے جو گاؤں متاثر ہوئے ہیں اس پانی کے بدلے ان میں پینے کے لئے پانی کے کنکشن دے دیں لیکن انھوں نے کہا کہ ہم یہاں پر یہ کنکشن نہیں دے سکتے بلکہ یہ کنکشن فیصل آباد میں ہی دینے ہیں۔ ہمیں پینے کے لئے تو پانی ملتا نہیں لیکن ان کی سیم نہر جو فیصل آباد سے نکل کر دریائے چناب میں آتی تھی وہ ضلع چنیوٹ سے گزرتی ہے۔تمام ملوں کا گندا اور کیمیکلز والا پانی اس نہر میں ڈالا جاتا ہے جس سے دریا میں آبی جانوروں کی زندگیاں بھی متاثر ہو رہی ہیں اور جہاں جہاں سے وہ نہر گزرتی ہے وہاں پینے کے پانی کا ذائقہ بھی بدل چکا ہے اور اسی وجہ سے میرے حلقے میں ہیپاٹائٹس (اے) عام بیماری ہے۔اگر آج بھی سروے کروا کر دیکھ لیں تو پتا چلے گا کہ اس نہر کے ساتھ ساتھ جتنے گاؤں آتے ہیں ان میں سے 80 فیصد لوگ ہیپاٹائٹس کے مریض بن چکے ہیں۔یہ ساری مہربانی اس سیم نہر کی ہے جس میں بغیر treatment پانی ڈال دیتے ہیں اور اس سے ہمیں بڑا نقصان ہو رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں اپنی حکومت اور وزیر خزانہ سے توقع کرتا ہوں کہ وہ اس بجٹ میں ہمارے اس مسئلے پر بغور جائزہ لے کر اس کا کوئی حل نکالیں گے۔ میں پچھلے چار پانچ سال سے اس مسئلے پر گزارش کرتا آ رہا ہوں لیکن ابھی تک اس پر کوئی نظر ثانی نہیں ہوئی۔ابھی وہاں چار پانچ ملیں ہیں، ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ سرمایہ دار کو جہاں بھی سستی زمین ملتی ہے وہ حکومت کی اجازت اور نفع و نقصان کا جائزہ لئے بغیر وہاں مل لگا دیتا ہے۔پھر اس سے کسی کو کوئی نقصان ہو تو اسے کوئی سروکار نہیں ہے۔اس میں حکومت کوئی دلچسپی لیتی ہے اور نہ ہی کوئی اور ادارہ ہے۔میرے ہی حلقے میں مدینہ شوگر مل لگی ہے انھوں نے بھی اپنا پانی ایک سیم نالے میں ڈال دیا ہے۔اس سے ہماری زمینیں اور فصلیں تباہ ہو رہی ہیں لیکن کوئی آدمی ٹس سے مس نہیں ہو رہا کہ اسے چیک کروائیں۔میری وہی زمینیں جن کی پیداوار پچاس پچاس من فی ایکڑ تھی اب وہ زمینیں بنجر ہو گئی ہیں اور وہاں پر کوئی فصل نہیں ہوتی۔اس کی چمنی

سے ایک راکھ اٹھتی ہے۔اگر ہم صبح اٹھ کر دیکھیں تو وہاں جو بے چارے لوگ اپنے مال مویشیوں کی حفاظت کے لئے سوئے ہوتے ہیں ان کے بستر پر ایک عجیب سی کالک کی تہہ جمی ہوتی ہے۔ہم نے کئی دفعہ محکمہ ماحولیات کو بھی informکیا لیکن انھوں نے اس پر کوئی کام نہیں کیا اور وہ بدستور اسی طرح چل رہی ہے۔لہذا میں استدعا کرتا ہوں کہ ہمارے اس اہم مسئلے پر مہربانی فرمائیں۔

جناب سپیکر! اگر آپ ہمارے water channels and distributaries دیکھیں تو اس وقت ان میں تیس چالیس فیصد پانی چھوڑا جا رہا ہے۔اس کی یہ وجہ ہے کہ آج تک اس پر rehabilitation کا کام نہیں ہو سکا اور ہمارا ایک بہت بڑا نہری سسٹم صرف توجہ نہ دینے کی وجہ سے تباہ و برباد ہو گیا ہے۔محکمے کے پاس پیسے پڑے ہیں لہذا مہربانی فرما کر اس پر توجہ دی جائے۔اگر اس بجٹ میں میرے ان مطالبات کے لئے فنڈز دے دیئے جائیں تو اس حکومت نے ضلع بنا کر جتنا بڑا احسان کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اس کے برابر ہو گا اور میں بڑا ممنون ہوں گا۔شکریہ

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔جناب اعجاز احمد خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: بہت شکریہ۔جناب سپیکر! آپ کی عنایت کی وجہ سے حسن مرتضیٰ مجھ سے پہلے نمبر لے گئے۔میری خواہش ہے کہ کبھی آپ کے احسانات ہم پر بھی ہوں اور ہمیں بھی یہ ترجیح دی جائے کہ ہم اپنی باری سے پہلے ایوان سے مخاطب ہو سکیں۔

سید حسن مرتضیٰ: مجھے تو اپنی باری سے بھی ایک نمبر دیر سے ملا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔شاہ صاحب کی چٹ پہلے تھی اور ادھر پڑی ہوئی تھی لیکن وہ نیچے ہو گئی تھی۔اب آپ بات کریں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب سپیکر! یہ ضمناً بات تھی۔یہ پنجاب کی تاریخ میں پہلی دفعہ ہو رہا ہے کہ بجٹ بننے سے پہلے ایوان کے معزز اراکین سے ترجیحات لی جا رہی ہیں۔جب پچھلا بجٹ پیش کیا گیا تھا تو اس کے منظور ہونے سے پہلے ہم نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ منتخب ممبران کو on board کیا جائے اور بجٹ preparation سے پہلے ہماری inputs لی جائیں۔آج فنانس منسٹر نے 8۔ارب روپے کے اخراجات میں کمی اور حکومت پنجاب کی down sizing کی بات کر کے پورے ایوان کے دل جیت لئے ہیں۔انشاء اللہ، بفضل تعالیٰ آئندہ بجٹ خالصتاً پنجاب کے عوام کی فلاح و بہبود کے لئے ہو گا۔یہ اچھی روایت قائم کرنے پر وزیراعلیٰ پنجاب اور ان کی ساری ٹیم مبارکباد کی مستحق ہے۔

جناب سپیکر! چھ یا آٹھ ماہ کے مختصر وقت میں پانچ بڑی سکیموں کا اجراء ہونا پنجاب حکومت کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس میں Food Support Scheme، سستی روٹی سکیم، سرکاری ہسپتالوں میں مفت ادویات کی فراہمی، free Dialysis Scheme، گرین ٹریکٹر سکیم اور ذہین طلباء کے لئے مفت تعلیم جیسی بڑی سکیمیں شامل ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ خدمت کے جس سلسلے کا آغاز ہوا ہے یہ اگر پانچ سال تک چلے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ پنجاب کے اندر ایک بہت بڑا انقلاب آئے گا۔ کسی بھی ریاست کو چلانے کے لئے tax collection back bone ہوا کرتی ہے۔ پنجاب کے اندر property tax کی collection ایک دیرینہ مسئلہ تھا اس کے اوپر وہ feed back نہیں تھا جو کہ دوسرے taxes کی collection میں ہے۔ ابھی حال ہی میں حکومت نے تمام property transactions سے پہلے property department کے N.O.C کو لازمی قرار دیا ہے۔ اس پالیسی کے introduce کرنے سے فوری طور پر پنجاب کے ریونیو میں ایک واضح اضافہ ہوگا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ پالیسی جتنی جلد implement کی جائے اتنا ہی بہتر ہے۔ حکومت نے زرعی و صنعتی پیداوار کو بڑھانے، خوراک پانی اور energy کی فراہمی اور افرادی قوت کو فنی تعلیم کی فراہمی کو اپنی ترجیحات میں شامل کیا ہے۔ میں عرض کروں کہ زرعی پیداوار کو بڑھانے کے معاملے سے پنجاب اور پاکستان کا مستقبل منسلک ہے۔ پچھلے بجٹ کے دوران agricultural research کے ضمن میں بہت بڑی رقم رکھی گئی تھی۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اعجاز احمد خان صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب اعجاز احمد خان: جناب ڈپٹی سپیکر! خوش آمدید۔ میں عرض کر رہا تھا کہ agricultural research پر حکومت پنجاب نے بہت بڑی رقم رکھی تھی لیکن ریسرچ کے ضمن میں محکمہ جو کچھ کر رہا ہے وہ ہمیں پچھلے سات سالوں میں نظر نہیں آیا۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میاں صاحب! اعجاز احمد خان صاحب اپنی بات ختم کر لیں تو پھر آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر لیجئے گا۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر تو چلتی کارروائی میں ہوتا ہے۔ میں بعد میں بات نہیں کر سکتا۔ میں یہاں کوئی تنقید نہیں کرنا چاہتا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، فرمائیں!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! میں یہ نشاندہی کرنا چاہوں گا کہ ڈپٹی سپیکر جب کرسی صدارت پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ ڈپٹی سپیکر نہیں ہوتا بلکہ سپیکر ہوتا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ کی بہت مہربانی۔ جی، خان صاحب!

جناب اعجاز احمد خان: بہت شکریہ۔ تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ریسرچ کے لئے بہت ساری رقم ہمیشہ ہر بجٹ میں شامل کی جاتی ہے لیکن ریسرچ کے output سے پنجاب کی عوام overall مستفید نہیں ہوئی۔ اس ضمن میں عوامی نمائندگان کو on board لیا جائے اور آئندہ سے ریسرچ کے ضمن میں واضح طور پر یہ وضاحت بجٹ میں رکھی جانی چاہئے کہ زرعی شعبہ کے اندر کس فصل کے اوپر ماضی میں ریسرچ کے نتیجے میں کوئی فوائد ملے ہیں اور اس کو آگے بڑھانے کے لئے مزید رقم کی ضرورت ہے۔ ریسرچ کی مد میں بہت بڑی رقم کو اس طرح تفویض کر دینا اور at the end یہ معلوم ہونا کہ وہ رقم خرچ ہو گئی ہے اور اس کا عملی طور پر پنجاب کے عوام کو فائدہ نہیں ہوا اس کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے۔

جناب سپیکر! یہاں page-8 پر شق 12 کے اندر یہ لکھا گیا ہے کہ بڑے منصوبہ جات کو احسن طریقے سے مکمل کرنے کے لئے consultants کے ذریعے سے نگرانی شروع کی گئی ہے۔ میرے علاقے لاہور میں مولانا شوکت علی روڈ بن رہی ہے جس میں نیسپاک کو consultant مقرر کیا گیا ہے۔ یہ بات ہمارے علم میں آئی ہے کہ بعض اوقات contractor and consultant مل جاتے ہیں، ان کے درمیان ایک conclusion develop ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں ایک معیاری منصوبہ آپ کو نہیں ملتا۔ میری وزیر خزانہ صاحب سے گزارش ہو گی کہ بڑے منصوبہ جات میں جہاں ہم consultants کو بھاری رقوم consultancy fee کے طور پر دیتے ہیں وہاں پر ہاؤس کے منتخب نمائندگان کو واضح طور پر monitoring تفویض کرنی چاہئے کیونکہ سب سے بہترین monitoring عوام کے نمائندوں کی ہے جو کہ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! پہلے بجٹ کے اندر ہمیں معلوم ہوتا تھا کہ فلاں فلاں منصوبہ جات کو بجٹ کے اندر ترجیحی بنیادوں پر شامل کیا گیا ہے لیکن آج اگر موقع ملا ہے تو میں آپ سے چند باتیں عرض کروں گا۔یہاں پر ڈپٹی اپوزیشن لیڈر صاحب نے لاہور کی مثال دی تھی کہ لاہور پر ترقیاتی مد میں زیادہ اخراجات ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ لاہور شہر سارے پنجاب کا شہر ہے، سارے پنجابیوں کا شہر ہے کیونکہ لوگوں نے ایک گھر تو اپنے آبائی حلقوں میں بنایا ہوتا ہے اور ساتھ ہی انھوں نے لاہور میں بھی ایک گھر رکھا ہوتا ہے تو یہ شہر سب کا شہر ہے۔ اس کے اندر water purification plants آج تک install نہیں ہوئے۔ میری گزارش ہوگی کہ لاہور بھر کے لئے ایک میگا پراجیکٹ شروع کیا جائے اور لاہور شہر میں فوری طور پر water purification plants کی installation کی جانی چاہئے کیونکہ ہمارے ملک میں عمومی طور پر اور لاہور شہر میں خصوصی طور پر Hepatitis کے بڑھتے ہوئے رجحانات صرف سیوریج اور واٹر سپلائی کی لائنیں آپس میں ملنے کی وجہ سے بڑھ رہے ہیں۔ ہمیں علاج کی بجائے اس کا پیش خیمہ کرنا چاہئے کہ بنیادی طور پر مرض پیدا ہی نہ ہو۔ ایسا atmosphere پیدا کرنا چاہئے کہ جس سے بیماری کی روک تھام ہو سکے۔ لہذا لاہور میں water purification plants کو ترجیحی بنیادوں پر شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر! مولانا شوکت علی روڈ جو نہر سے ملتی ہے ہم کیمپس کی طرف سے اس پر چھ کلو میٹر تک آتے ہیں اور پھر شیخ زید ہسپتال کی طرف سے وحدت روڈ موڑ سے جا کر علاقہ اقبال ٹاؤن کی وحدت روڈ پر پہنچتے ہیں۔ میری یہ گزارش ہے کہ مولانا شوکت علی روڈ کو یونیورسٹی کے درمیان سے علامہ اقبال ٹاؤن کے ساتھ ملایا جائے تاکہ اس علاقے میں ٹریفک کا مسئلہ حل ہو۔ اسی طرح ملتان روڈ بھی لاہور کی بڑی سڑکوں میں شامل ہے۔ آپ کا حلقہ اور میرا حلقہ ملتان روڈ کے ساتھ ہے۔ ایک طرف آپ ذمہ دار ہیں اور دوسری طرف میں ذمہ دار ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ ملتان روڈ کو ترجیحی بنیادوں پر تعمیر کرنا چاہئے۔اس کے اندر اتنے گڑھے بن چکے ہیں کہ بعض اوقات اسے تیزی میں cross کریں تو ٹائر پیچھے رہ جاتا ہے اور گاڑی آگے نکل جاتی ہے۔

جناب سپیکر! ایک مسئلہ جو لاہور کے اندر دیمک کی طرح فروغ پا رہا ہے وہ اس شہر کے اندر بھینسوں کا بہت بڑی تعداد میں موجود رہنا ہے۔ نتیجتاً آپ کا سارا سیوریج سسٹم تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ لاہور کے اندر ترقیاتی سکیموں سے فائدہ بھینسوں کی بجائے انسانوں کو ہو تو پھر بھینسوں کا انخلا بہت ضروری ہے ورنہ سیوریج کا سارا سسٹم بیٹھ جائے گا کیونکہ شہر کے اندر

بھینسوں کو باہر وہ نکال نہیں سکتے، وہیں اندر ہی نہلاتے ہیں اور وہیں ان کی سب ضروریات پوری ہوتی ہیں نتیجتاً وہاں پر سیوریج پر بوجھ بڑھ گیا ہے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ افتخار علی کھیتران صاحب!

جناب افتخار علی کھیتران المعروف بابر خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! pre-budget session یقیناً ایک اچھی کاوش ہے جہاں اراکین بجٹ سے پہلے یہ توقع رکھتے ہیں کہ جو آراء یہاں پیش کی جائیں گی جب budget form ہوگا تو انہیں سنجیدگی سے لیا جائے گا۔ جہاں تک وزیر خزانہ کی تقریر تھی اور اس میں financial discipline کی کارکردگی کا ذکر کیا گیا۔ میں یہ عرض کروں گا کہ جب کوئی رقم خرچ کی جائے۔ development work کے اندر kick back culture اور کمیشن مافیا کی روایت بن چکی ہے۔ اس کے تدارک کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ یہ معاملہ دیمک کی طرح عوام کے سرمایہ کو چاٹ رہا ہے؟

اس کے علاوہ ایک اور چیز میں vision کے حوالے سے عرض کرنا چاہوں گا کہ کس vision کے ساتھ ہم آگے بڑھنا چاہتے ہیں؟ کہتے تو ہم یہی ہیں کہ تمام اضلاع میں equality کی بنیاد پر ڈویلپمنٹ پروگرام شروع کریں گے لیکن جب ہم جنوبی پنجاب والے لوگ یہ بات کہتے ہیں تو ہم equity کی بات کرتے ہیں کیونکہ جہاں پر بہت زیادہ پسماندگی ہے وہاں لوگوں کا معیار زندگی بہت زیادہ پست ہے، ان پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ یقیناً لاہور کے رہنے والوں کو بھی اچھا معیار زندگی ملنا چاہئے اور ان کا یہ حق ہے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسی صوبے کے اندر وہ لوگ بھی بستے ہیں جنہیں پینے کا پانی میسر نہیں۔ وہ بھی equity کے حوالے سے اپنا حق رکھتے ہیں کہ ان کے مسائل کو ان کے problems کو اسی بنیاد پر ترجیحی بنیادوں پر حل کیا جائے۔ صرف documentation کے اندر لفظوں کے حوالے سے یہ بات درج نہ ہو کہ جنوبی پنجاب کو ہم نے اہمیت دی۔

اسی طرح میں health sector کے حوالے سے عرض کروں گا کہ غربت کی شرح تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ تمام اراکین جو یہاں موجود ہیں وہ جانتے ہیں کہ جب کسی غریب کو Dialysis کا مسئلہ ہوتا ہے، Hepatitis کا مسئلہ شروع ہوتا ہے اس کے پاس اتنے وسائل ممکن ہی نہیں ہوتے کہ وہ اپنا علاج کروا سکے۔ اس کے بعد اس کے پاس صرف ایک ہی option رہ جاتی ہے کہ وہ کسی عطائی کے پاس یا کسی اشتہار باز کے پاس جا کر اپنا مسئلہ حل کروائے کیونکہ ادویات بھی اس کی پہنچ

سے دور ہیں۔ ان امراض کے علاج کے لئے ادویات کی مد میں بجٹ کے اندر خاطر خواہ رقم مختص کی جائے۔

افواج پاکستان کے بعد سب سے بڑا ادارہ جو ہمارے صوبے میں jobs فراہم کر رہا ہے وہ education sector ہے۔ ٹیچرز کی تعداد یا ان پر خرچ ہونے والی رقم کا اگر ہم جائزہ لیں اور اس خرچ ہونے والی رقم سے product کونسی پیدا ہو رہی ہے کیا گورنمنٹ سکولوں کے اندر پڑھنے والے بچے یا ان کے والدین اس تعلیم سے مطمئن ہیں کہ billion اور trillion روپے خرچ کرنے کے بعد وہاں ایسے میٹرک پاس لڑکے تیار ہو رہے ہیں جن کا مستقبل اتنا روشن نہیں ہوتا۔ وہ طالب علم ایک کلرک یا پی ٹی سی ٹیچر بننے سے آگے صلاحیت نہیں رکھتے تاوقتیکہ وہ extra محنت نہ کریں۔ یہاں پنجاب کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ سکول سسٹم کام کر رہے ہیں۔ بیکن ہاؤس ہے یا اسی طرح کے اور سکول ہیں۔ وہاں پڑھنے والا بچہ ایک بہتر معیار کی تعلیم حاصل کرتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ گورنمنٹ سیکٹر میں پڑھنے والا بچہ اس معیار سے کیوں محروم ہے؟ اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ quality of education یا اساتذہ کی grooming پر خصوصی طور پر توجہ دینی چاہئے۔ ایسے پروگرام بھی launch کرنے چاہئیں کہ اگر کوئی بچہ کسی سرکاری سکول میں پڑھنے کے لئے جاتا ہے تو وہاں اسے اچھے اساتذہ میسر ہوں تاکہ وہ معیاری تعلیم حاصل کر سکے۔

زراعت کے حوالے سے میں عرض کروں گا کہ پچھلے دور کے اندر ٹریکٹر کے لئے جو subsidy scheme شروع کی تھی وہ ایک اچھی سکیم تھی اسے جاری رہنا چاہئے۔ اسی طرح جہاں غریب دوست شعبوں کی وزیر خزانہ نے بات کی، یہ ایک حقیقت ہے کہ subsidy صرف ان شعبوں کے اندر ہی فائدہ مند ہوتی ہے جن میں یہ صلاحیت ہی نہ ہو کہ وہ مقابلہ کر سکے۔ اگر مغربی ممالک یا امریکہ اپنے agriculture sector کو subsidy دے رہا ہے تو اچھا کر رہا ہے کیونکہ ان کا جو انڈسٹریل سیکٹر ہے وہ اس کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتا اسی لئے وہ اس کو subsidy دے رہے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہم ہزار روپے مہینہ دینے سے اس غربت کو ختم کر سکتے ہیں۔ جب اس سکیم کے تحت 5ہزار فارم فی حلقہ تقسیم ہوئے تو جس عذاب سے ہمیں گزرنا پڑا وہ ہمیں ہی پتا ہے۔ ہر شخص اس ایک ہزار کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔ کیوں نہ ان شعبوں کو encourage کریں جو job oriented ہوں۔ جس طرح ہراج صاحب نے اپنی تقریر کے آغاز میں کہا تھا میں اس کا reference دینا چاہوں گا کہ ہمیں اپنا potential explore کرنا ہو گا۔ ہمارے صوبے کے اندر

جو بھی business کے حوالے سے potential ہے اس کو بھی explore کرنا ہوگا۔ اگر گورنمنٹ آج کوئی انڈسٹری لگانے کے لئے خرچ کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، حالانکہ پہلے یہ تصور تھا کہ گورنمنٹ صنعتیں قائم کرے گی جبکہ موجودہ حالات میں اس vision سے ہاتھ اٹھا لیا گیا ہے تو کیا guidance کے حوالے سے جس جس علاقے میں جس چیز کا potential ہے اس حوالے سے گورنمنٹ کتنی assistance فراہم کر رہی ہے، کتنی feasibility لوگوں کو دے رہی ہے کہ آپ کے علاقے میں اس چیز کی گنجائش ہے۔ کتنے ایسے financial institutes ہیں جو اسے رقم دینے کے لئے تیار ہوں۔ جیسے لیہ کے اندر بھکر کے اندر میانوالی کے اندر اگر کوئی صنعتیں لگانا چاہے، چاہے وہ چھوٹے پیمانے پر ہی کیوں نہ ہوں۔ مجھے بتائیں کہ کتنے ادارے ایسے ہیں جو اسے finance کرنے یا رہنمائی کے لئے موجود ہوں اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ اس حوالے سے بھی خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ غربت کے خاتمے کے لئے روزگار کی on grounds جو پیداواری صلاحیت رکھتا ہو اس پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کرنا چاہوں گا کہ صوبے کو market forces کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ بارک اوبامہ نے اپنی حالیہ صدارتی تقریر کے اندر یہ کہا ہے کہ امریکہ جو market forces کا سب سے بڑا guardian تھا انہوں نے بھی اس بات پر protest کیا کہ market forces negative کردار ادا کرتی ہیں۔ گورنمنٹ سیکٹر جو لوگوں سے related ہے اسے market forces کے سہارے نہ چھوڑیں۔ خصوصاً agriculture sector کے اندر جہاں growers کی products کو تو managed حالت میں وصول کر لیا جاتا ہے لیکن جو کچھ grower input کے حوالے سے در بدر پھرتا ہے اور market forces کے حوالے سے اس کے ریٹ طے کئے جاتے ہیں اس لئے یہ ضرورت ہے کہ کم از کم جو growers related چیزیں ہیں ان میں state اپنا کردار ادا کرے اور وہ mechanism بھی فراہم کرے جس سے کم از کم growers کو protection ہو سکے یا تو اس کی product کے حوالے سے اسے free چھوڑ دیا جائے یا پھر اس کی inputs کے حوالے سے اسے facilities دی جائیں۔

اس کے ساتھ ہی ایک اہم مسئلہ جو شہری علاقوں کا ہے وہ یہ کہ شہر تیزی سے بڑھ رہے ہیں اس پر بھی خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ آج لاہور کے underpasses اور overhead bridges لوگوں کی ضروریات کو پورا نہیں کر رہے، سڑکوں پر آنے والی گاڑیاں اور لوگوں کی

ضروریات کو پورا نہیں کر رہے، کیوں نہ ان لوگوں کو ان کے اپنے شہروں کے اندر، حلقوں کے اندر وہ تمام سہولیات باہم پہنچائی جائیں اور انہیں identify کیا جائے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ انہیں اس بجٹ کے اندر، ان چیزوں کے اندر identify کیا جائے اس سال میں implement کیا جائے۔ جب تک اس گورنمنٹ کا جیسے پانچ سال کا tenure ہے ایک vision develop کر لیا جائے کہ فلاں فلاں علاقوں کے اندر اتنی اتنی ضرورتیں ہیں اور یہ چیزیں ہم نے manage کرنی ہیں اور ان کو privatize کر لیا جائے تاکہ جب وقت آئے تو لوگوں کو یقین ہو کہ ہم pipe line کے اندر ہیں اس سال کے بجٹ کے اندر اگر شامل نہیں ہیں تو کم از کم گورنمنٹ ان چیزوں کو ensure کر رہی ہے۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: احمد خان بلوچ صاحب کی طرف سے ایک request آئی ہے۔ میں بلوچ صاحب سے گزارش کروں گا کہ جب ایک تحریک التوائے کار admit ہو جاتی ہے تو اس دن پھر کوئی اور تحریک التوائے کار پیش نہیں ہو سکتی اس لئے میری یہ گزارش ہے کہ پرسوں جب ہمارا اجلاس ہوگا تو اس میں اسے take up کر لیں گے۔ محترمہ لیلیٰ مقدس!

محترمہ لیلیٰ مقدس: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم O شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے pre-budget تقریر کے لئے موقع دیا۔ سب سے پہلے میں وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف جو صحیح معنوں میں خادم اعلیٰ پنجاب ہیں۔ میں ان کی کوششوں کو سراہنا چاہوں گی جو پنجاب کے غریب عوام کو relief دینے کے لئے کر رہے ہیں۔ جیسے سستی روٹی سکیم اور صحت کے شعبے کے حوالے سے جیسے وہ اچانک ہسپتالوں کا visit کرتے ہیں تاکہ سرکاری ہسپتالوں کی جو صورتحال ہے اس کو بہتر کیا جائے۔ اچانک visit کی وجہ سے لوگوں کو اس بات سے ensure کیا جائے کہ وہ اپنی ڈیوٹی پر موجود رہیں اور عوام جن کو serve کرنے کے لئے وہ بیٹھے ہیں اپنا فرض احسن طریقے سے ادا کریں۔ یہاں پر اکثر جنوبی پنجاب کے بارے میں کہا جاتا ہے لیکن میرا ضلع حافظ آباد جو کہ اگرچہ وسطی پنجاب میں ہے لیکن اس کی صورتحال بھی جنوبی پنجاب سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ یہ بنیادی طور پر agriculture based علاقہ ہے یہاں پر ایشیا کا بہترین چاول پیدا ہوتا ہے لیکن صورتحال یہ ہے کہ جیسے پاکستان میں سب سے neglected حالت کسان کی ہے وہی مثال آپ ہمارے ضلع کی بھی لے لیجئے۔ یہاں پر کچھ اچھے اقدامات بھی ہوئے ایک دم ان مسائل پر قابو نہیں پایا جا سکتا لیکن میں یہ چاہوں گی کہ اس سلسلے میں مزید concentration کی ضرورت ہے کیونکہ کسان 6 مہینے انتظار کرتا ہے کہ اس کی فصل پکے

اور اس پر وہ چھ مہینے آگے گزارے لیکن جب اس کی فصل پک کر تیار ہوتی ہے تو اس سے اس کے اخراجات بھی پورے نہیں ہوتے کیونکہ وہ کوڑیوں کے بھاؤ بکتی ہے۔ اس دفعہ باسمتی چاول کا یہ حال ہوا کہ اس سے زیادہ قیمت 86 اوراری کی لگ گئی۔ جب باسمتی کی فصل تیار ہوئی تو منڈی میں اس کو اٹھانے والا کوئی موجود نہیں تھا حالانکہ یہ پچھلے سال 4 سے 5 ہزار روپے فی من بکتا رہا ہے اور اب اس کی صورتحال یہ ہے کہ اس دفعہ کسان کی باسمتی 1100 روپے میں بکی ہے۔ اب ایک ڈیڑھ مہینے میں ہی ڈیلر کے پاس جا کر اس کی قیمت 7/6 سو روپے بڑھ گئی ہے لیکن کسان نے اسے چھ مہینے میں تیار کیا، اسے اس کا اصل پھل نہیں مل سکا۔ کسان کو ٹریکٹر سکیم اور دوسرے relief فراہم کئے گئے وہاں D.A.P کھاد زیادہ مہنگی ہے اور یوریا کھاد کی فراہمی پر monitoring مزید سخت کرنے کی ضرورت ہے۔ ہر ڈسٹرکٹ اور تحصیل سطح پر اس کے cells بنائے گئے ہیں جہاں پر یہ available ہے لیکن اس کے باوجود یہ ناکافی ہے اور اس کو مزید بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔

Secondly میں کہنا چاہوں گی کہ بجلی عام شہری کو میسر نہیں تو ٹیوب ویلوں کے لئے کیا آئے گی۔ 8 گھنٹے بعد جب گھنٹہ دو گھنٹے light آتی ہے تو کھیت تک پانی پہنچتا نہیں اور پیچھے سے بجلی بند ہو جاتی ہے اس لئے اگر چیف منسٹر صاحب solar tubewell scheme بھی شروع کریں اور اس میں گورنمنٹ کی طرف سے کسانوں کو financial assistance provide کی جائے تو یہ بہت اچھا رہے گا۔

جناب والا! میں مزید یہ کہنا چاہوں گی کہ allover the Punjab decision ہوا تھا کہ غلہ منڈیوں کو شہروں سے باہر shift کر دیا جائے۔ ہمارے ضلع میں بھی تقریباً 8/7 سال پہلے زمین تو acquire کر لی گئی اور اشتہار بھی جاری ہوا اس کی آخری تاریخ 31۔ جنوری تھی لیکن گورنمنٹ اتنی زیادہ قیمت demand کر رہی ہے کہ وہ ایک عام آڑھتی کے بس سے باہر ہے۔ جتنا اس کا running capital ہے ایک دکان کی اتنی قیمت حکومت اس سے چاہ رہی ہے اس کا رزلٹ یہ نکلا ہے کہ 31 تاریخ گزرنے کے باوجود کسی ایک آڑھتی نے بھی اس کے لئے درخواست جمع نہیں کروائی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے development charges آڑھتیوں سے demand کر رہے ہیں۔ حکومت سے گزارش ہے کہ غلہ منڈیوں کی باہر shifting کے لئے funds for development charges provide کئے جائیں اور ان سے صرف زمین کی قیمت لی جائے اور وہ بھی rational طریقے سے کہ جہاں ایک لاکھ کا ایکڑ لیا گیا تھا اب وہاں 4 مرلے کی ایک دکان کا

6لاکھ لیا جارہاہے یہ کوئی residential scheme تو ہے نہیں کہ اس کے development charges غریب آڑھتیوں پر ڈال دیئے جائیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ ہمارے خانقاہ ڈوگراں میں 2 interchanges ہیں، ایک کوٹ سرور اور ایک خانقاہ ڈوگراں interchanges، ان کو شروع ہوئے کوئی دو سال ہو چکے ہیں لیکن اس کی حافظ آباد کی link road تاحال نامکمل ہے۔ اس کے لئے کم funds allocate کئے گئے تھے جس کی وجہ سے ابھی اس کا level بھی نہیں ہوا تھا کہ وہ funds ختم ہو گئے۔ اس کے شیخوپورہ کے حصے کے لئے 3 کروڑ کے فنڈز جاری کر دیئے گئے ہیں لیکن حافظ آباد کا link road جو خانقاہ ڈوگراں سے جائے گا اس کے لئے کوئی فنڈز فراہم نہیں کئے گئے۔ گزارش ہے کہ next A.D.P میں اس کے لئے فنڈز فراہم کئے جائیں حافظ آباد کی main road سے next interchange 17 kilo meter ہے اور حافظ آباد سے کوٹ سرور 22 کلومیٹر آ گے ہے اگر اس روڈ کے لئے فنڈز جاری کر کے اسے working condition میں لایا جائے تو حافظ آباد کے شہریوں کو لاہور سے تقریباً 20 سے 25 کلومیٹر فاصلہ کم پڑ جائے گا۔

جناب سپیکر! حافظ آباد کے لئے میں ایک اور منصوبہ چاہوں گی کہ وہاں ایک مین پھاٹک ہے وہ شہر کے شرقی اور غربی حصوں کو آپس میں ملاتا ہے اور وہ بہت congested area ہے کیونکہ غلہ منڈیاں بھی پھاٹک کے دائیں اور بائیں واقع ہیں۔ آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ وہاں پر traffic blockage کتنی بُری حالت میں رہتا ہے اگر وہاں پر ایک underpass بنا دیا جائے تو یہ صورتحال کافی بہتر ہو جائے گی۔ حافظ آباد میں D.H.Q ہسپتال کا C grade ہے اگر اسے C grade سے B grade کر دیا جائے تو حافظ آباد کی عوام پر بہت بڑا احسان ہو گا۔ وہاں ڈسٹرکٹ ہسپتال میں 100 سے زیادہ اسامیاں ہیں لیکن وہاں 30 سے 40 کے درمیان ڈاکٹرز ہیں اور وہ بھی ادھر بہت کم available ہوتے ہیں کیونکہ 12/10 ہزار کی تنخواہ پر وہاں کوئی ڈاکٹر جانے کو تیار نہیں ہے اس لئے اس D.H.Q ہسپتال کی upgradation کر دی جائے اور وہاں پر خالی اسامیوں کو پُر کرنے کے لئے اگر ڈاکٹروں کو کچھ زیادہ مراعات دی جائیں تو یہ حافظ آباد کی عوام پر حکومت کا بہت بڑا احسان ہو گا۔ حافظ آباد کے boys college میں ایم اے کلاسز کے لئے بلاک بنے تو 2/3 سال ہو چکے ہیں لیکن وہاں پر تاحال سٹاف فراہم نہیں کیا گیا اس کے لئے گزارش ہے کہ اگر وہاں ایم اے کلاسز کے لئے سٹاف تعینات کر دیا جائے تو یہ بہت بہتر رہے گا۔

جناب والا! وہاں کا district complex by pass کی طرف shift ہو رہا ہے اگر وہاں پر نیا گرلز ڈگری کالج منظور کر دیا جائے تو وہ بہت بہتر رہے گا۔ گرلز کالج کی پرنسپل کہہ رہی ہیں کہ ہم مزید بچیوں کو اس لئے admission نہیں دے سکتے کہ ہمارے پاس فرنیچر اور کمروں کی کمی ہے اور ہم برآمدوں کو کلاس رومز میں change کر سکتے ہیں لیکن اگر کرسیاں ہی نہیں ہوں گی تو ہم انہیں admission نہیں دے سکتے اور ان کے پاس لائبریری کی books رکھنے کے لئے الماریاں تک نہیں ہیں۔ وہاں پر پرائیویٹ تعلیمی ادارے اتنے مہنگے ہیں کہ ہر کوئی وہ afford نہیں کر سکتا۔ گرلز کالج میں فرنیچر کی فراہمی کے لئے ان کی طرف سے میرے پاس written application بھی موجود ہے۔ گرلز کالج کے لئے ان کی requirement کے مطابق فنڈز مہیا کئے جائیں۔

جناب سپیکر! یہاں مہنگائی کے حوالے سے بھی بات کی گئی ہے یہاں ہر کسی نے common man کے استعمال کی چیزوں کے ریٹ بڑھائے کہ تیل بہت مہنگا ہو گیا اور ہر صنعت تیل سے چلتی ہے۔ تیل تو گرتے گرتے one third پر آ گیا لیکن یہاں پر کسی چیز کی قیمت کم نہیں ہوئی۔ پام آئل کی قیمت بھی کافی کم ہوئی ہے حکومت کہتی ہے کہ ہم اس کو one hundred/ninety پر لے آئے ہیں لیکن مارکیٹ کی صورتحال پھر ویسی کی ویسی ہی ہے وہ 140/130/90,120/100 سے کم پر available نہیں ہے اسے حکومت کو سختی سے monitor کرنے کی ضرورت ہے، صنعت کار اور سرمایہ دار عوام کی خون پسینے کی کمائی سے اپنی جیبیں بھرنا اپنا حق کیوں سمجھتے ہیں۔ میں آخر میں ایک نظم پڑھنا چاہوں گی:

اِن غریبوں کی فریاد مانو، سُنو
پُتلیاں نہ بنو حکمرانو! سُنو
گرمی پانی ہے سورج ہے دن رات ہے
پھر ہمارے مقدر میں کیوں مات ہے
اِک پُتلی تماشا کرے پھر سے جو
ہم کو ایسی حکومت نہیں چاہئے
روزگار اور امن و امان چاہئے
سر چھپانے کو اِک آشیاں چاہئے

ہم غریبوں کو انصاف جو دے سکے
اس طرح کا ہمیں حکمراں چاہئے

(اذانِ عصر)

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ pre-budget بحث اس وقت تک جاری رہے گی جب تک تمام اراکین کی طرف سے تجاویز موصول نہیں ہو جائیں گی۔ کل کشمیر ڈے کے حوالے سے ہمارا خصوصی اجلاس ہوگا جو صبح 11 بجے شروع ہوگا۔ ہم بجٹ پر 6-فروری کو دوبارہ بحث شروع کریں گے۔ لہذا آج کا اجلاس کل مورخہ 5-فروری صبح 11 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔